مسلسل اشاعت کے چالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

474

محرم ۱۴۲۵ھ

فروری 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی ودینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01   نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـ ـ ـ ـ ـ 40

شمارہ نمبر ـ ـ ـ ـ ـ 5

محرم ـ ـ ـ ـ ۱۴۲۶ھ

فروری ـ ـ ـ ۲۰۰۵ء

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: امریکی جارحیت کے نئے ہدف ایران اور شام۔ پاکستانی حجاج کرام کی آزمائش کب ختم ہوگی؟ .... مولانا راشد الحق سمیع حقانی ۲

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) .... مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۵

حقیقی محبت کے کرشمے .... مولانا محمد انوار الحق صاحب ۱۲

کائنات روحانی .... حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ۱۶

قرآن کریم اور ہم۔ قرآن کا اعجاز .... پروفیسر قاضی حلیم فضلی ۳۲

میڈیا اور دعوتِ اسلامی .... مولانا سید محمد واضح حسنی ندوی ۳۶

یورپ اور امریکی معاشرے کو متعصب بنانے کی منصوبہ بندی .... ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ۴۲

موجودہ عالمی انتشار اور اسلام کا امن آفریں پیغام .... مولانا مصلح الدین قاسمی ۴۴

عالم اسلام لادینیت اور سیکولرازم کی زد میں .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۴۸

اقبال رشک بلال .... جناب ابرار خٹک ۵۵

برطانیہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت .... جناب اوریا مقبول جان ۵۸

دار العلوم کے شب و روز .... شفیق الدین فاروقی ۶۰

تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۲

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز　　راشد الحق سمیع حقانی

امریکی جارحیت کے نئے ہدف ایران اور شام

امریکی استعمار اپنے منصوبے پر بڑی کامیابی کے ساتھ عمل پیرا ہے اور عالم اسلام کے ایک ایک طاقتور ملک کو آنے بہانے سے تنہا کر کے ہڑپ کر رہا ہے۔ مگر عالم اسلام کی بیوقوف قیادت یہ سب کچھ دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ حالانکہ یہ ممالک بھی اس استعمار کی زد میں بالاخر آنے والے ہیں۔ لیکن دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان غالباً ان کے ہاں نہیں ہیں۔ دوسری جانب ظاہری حالات بھی بظاہر امریکہ کے حق میں بہتر ہیں اور قدرت نے بھی اسے مسلمانوں کی آزمائش کی خاطر ڈھیل دے رکھی ہے۔ عراق پر قبضے کے بعد اس نے وہاں اپنے مرضی کے الیکشن کرا لئے ہیں اور کچھ نہ کچھ ''جمہوریت'' کے نام پر اس نے لیپا پوتی کر لی ہے اب یہ دنیا کو باور کرا رہا ہے کہ جلد ہی عراق میں مکمل ''استحکام'' اور ''امن'' قائم ہو جائے گا۔ دلیل کے طور پر یہ افغانستان کی مثال پیش کر رہا ہے کہ جیسے وہاں الیکشن کے بعد نظام حکومت چل پڑا ہے اسی طرح عراق بھی کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ''صراط مستقیم'' پر آ جائے گا۔ عراق اور افغانستان کے بعد امریکی صدر بش الیکشن میں نئی کامیابی کے بعد اب نئی توانائیوں کے ساتھ ایران اور شام کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ گزشتہ دورِ حکومت میں اس نے ان ممالک کو برائیوں کی جڑ قرار دیا تھا۔ اب اس کی نئی جنگی حکمت عملی ان ممالک کی طرف مرکوز ہوگئی ہے۔ تاکہ ان جڑوں کو جلد سے جلد اکھیڑا جائے۔ اب امریکہ جلد یا بدیر ایرانی ایٹمی صلاحیت اور اس کے نظام حکومت کی تبدیلی کے لئے بے چین نظر آ رہا ہے' میڈیا کے ذریعے ایران کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا ہے اور سفارتی محاذ پر بھی اسے تنہا کرنے کی پوری کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان مراحل کے بعد اب اگلا مرحلہ ایران کے ایٹمی پروگرام پر براہ راست حملے کا رہ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اسرائیل نے تو مکمل تیاری کر لی ہے اب امریکہ و اسرائیل مل کر ایران کے خلاف لڑیں گے۔ اس کے علاوہ پاکستان پر بھی دباؤ بڑھ گیا ہے کہ وہ حسب سابق اپنی خدمات امریکہ کے حوالے کرے کہ جس طرح ماضی قریب میں اس نے پڑوسی ملک افغانستان کی تباہی میں حصہ لیا تھا بالکل اسی طرح پاکستان ایران پر حملے کے لئے اپنی سرزمین اور وسائل فراہم کرے۔ پاکستان نے بھی اپنی خوئے غلامی سے مجبور ہو کر دھیرے دھیرے اپنی پالیسی میں تبدیلی کے اشارے دینا شروع کر دیئے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ ہم تو کرائے کے فوجی ہیں ''آقا'' کے حکم پر اپنی گردن بھی کاٹ سکتے ہیں۔ اسی طرح قرینِ قیاس یہی ہے کہ پڑوسی ملک ایران پر حملے کے لئے پاکستان ایک بار پھر فرنٹ لائن کا کردار ادا کرے گا جو پاکستانی قوم کے لئے ایک شرمناک داغ ہوگا۔ ایران وہی محسن ملک ہے جس نے پاکستان کو سب سے پہلے تسلیم کیا تھا اور ہمیشہ آڑے وقت میں وہ پاکستان کا بھرپور ساتھ دیتا رہا ہے۔ یہ پاکستان کی دوسری عظیم سیاسی و عسکری غلطی ہوگی اگر اس نے ایران پر حملے میں

امریکہ کی مدد کی۔اسکے برخلاف یورپ کے کئی ممالک نے کھل کر ایران پر متوقع حملے کی بھرپور مخالفت شروع کردی ہے اور وہ اس مسئلے کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنا چاہتے ہیں۔اگرچہ موجودہ عالمی تناظر میں یہ مشکل ہے کیونکہ امریکہ اپنی واحد طاقت کی بناء پر تمام دنیا اور اقوام متحدہ کے ادارے کو درخور اعتناء نہیں سمجھتا۔عراق کی مثال سب کے سامنے ہے۔ ایرانی حکومت کو مٹانا صدر بش اور یہود و نصاریٰ کا اہم مشن ہے۔اسی طرح شام کی حکومت بھی سنگین خطرات کی زد میں ہے۔اسکے خلاف بھی امریکی پریس اور وہاں کی طاقتور لابیاں ان دنوں کافی سرگرم ہیں۔اور عراق میں جاری آزادی کی جدوجہد کو تقویت دینے کا مرکز شام ہی کو قرار دیا جارہا ہے اور سابق لبنانی وزیراعظم کے قتل کے تانے بانے بھی شام سے جوڑے جارہے ہیں تاکہ شام کو کسی نہ کسی بہانے سے مکڑی کے جال میں کسا جائے۔دوسری جانب شام کی حکومت بار بار امریکی حکومت کے لئے مختلف قسم کے مثبت اشارے دے رہی ہے اور صلح وتسلیم کی باتیں کی جارہی ہیں لیکن امریکہ وہاں پر بھی تبدیلی کا مکمل تہیہ کر چکا ہے۔دونوں مسلم ممالک شام اور ایران کے لئے یہ جنگ لڑنا بظاہر بہت مشکل ہے۔سیاسی اور جغرافیائی لحاظ سے یہ ممالک تنہا ہیں۔پھر شام کی سرحد پر اسرائیل جیسا اژدہا پہلے ہی سے بیٹھا ہوا ہے۔ باقی عرب ممالک تو امریکی استعمار کے پنجے میں کسے ہوئے ہیں۔اور ویسے بھی ان ممالک کے مراسم شام و ایران کے ساتھ تسلی بخش نہیں ہیں۔اور وہاں کی قیادتیں ان ممالک میں تبدیلی کی دیرینہ متمنی ہیں۔دوسری جانب شام کی رعایا بھی اپنے حکمرانوں سے چنداں خوش نہیں۔اور ایک عرصے سے خاندانی حکومت کے ہاتھوں پورا ملک یرغمال بنا ہوا ہے اور تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی ہے اور ہزاروں سیاسی مخالفین کئی دہائیوں سے جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔امریکی حکومت شام کے اندر ان ناراض قوتوں کو بھی اپنے حق میں استعمال کرسکتی ہے۔جیسا کہ اس نے افغانستان میں شمالی اتحاد اور عراق میں کُردوں کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کئے۔اسی طرح ایران میں بھی وہاں کے ترقی پسند اور سیکولر ذہن رکھنے والے لوگوں کی عظیم تعداد اب درپردہ ایرانی حکومت کے سخت گیر طرز حکومت سے اکتا گئی ہے۔اور یہ حلقے صدر خاتمی کی صورت میں پہلے ہی سے تبدیلی کے اشارے امریکہ کو دے چکے ہیں۔ان قوتوں کو بھی آئندہ دنوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ان ناسازگار حالات میں ان دو ممالک اور خصوصاً عالم اسلام کو اپنے بارے میں ازسرنو جائزہ لینا چاہیے اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو دور کرنا چاہیے ورنہ نہ تو یہ دو ممالک امریکہ کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور نہ ہی عالم اسلام اس عالمی استعمار کا مقابلہ کرسکے گا۔اگر اس سیلاب بلا کے سامنے یکجا اور متحد ہو کر حفاظتی بند اور پشتہ نہ باندھا گیا تو مستقبل قریب میں وہی حالات خاکم بدہن پیدا ہوسکتے ہیں جیسا کہ ماضی میں فتنہ تاتار کی یلغار نے پیدا کئے تھے۔اگر عالم اسلام کی قیادت نے ان ممالک کو بھی تنہا چھوڑ کر امریکی استعمار کے سامنے پھینک دیا تو یہ عالم اسلام کی سب سے بڑی اور آخری غلطی ہوگی۔　　ع　　تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

پاکستانی حجاج کرام کی آزمائش کب ختم ہو گی ؟

پاکستانی قوم کئی لحاظ سے بدنصیب واقع ہوئی ہے۔ایک تو پہلے دن ہی سے اس قوم کو سیاسی استحکام اور نظام نہ مل سکا اور دوسرے اس کے حکمران اور ارباب اختیار خصوصاً بیوروکریٹس نے ان کے حقوق بری طرح غصب کرر کھے ہیں ۔ نہ تو ان کے بنیادی حقوق ملک میں بحال ہیں اور نہ ہی بیرونی ممالک میں ان کی کوئی حیثیت باقی رہنے دی گئی۔ پاکستانی قوم کی پہچان پوری دنیا میں بدقسمتی سے اس طرح بدنام کر دی گئی ہے کہ اپنے بھی انہیں دھکے دیتے ہیں اور باہر کے ممالک کے لوگ انہیں دوسرے درجے کی قوم اور مخلوق سمجھتے ہیں۔ حج جیسی عظیم الشان عبادت میں بھی انہیں ایسی ایسی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے کہ ان کی مظلومیت اور کسمپرسی پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ حج عالم اسلام کا عالمی اجتماع ہے کرہ ارض اور عالم اسلام کے فرزندانِ توحید یہاں چند دن رضائے الٰہی، سکون قلب، تطہیر نفس، اور یکسوئی وطمانیت کے ساتھ عبادت میں سرشار ہو کر گزارتے ہیں۔ یہاں تمام چھوٹے بڑے ممالک کے لوگ ہر طرح کے مسائل ومشکلات سے مبرا ہو کر حرمین شریفین کی بستیوں میں مستِ الست ہوتے ہیں، دوسری جانب پاکستانی حجاج پاکستان ہی سے طرح طرح کے روکاٹوں اور مشکلات سے دوچار ہو جاتے ہیں۔لیکن پاکستانی حجاج کے کیمپوں میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے جیسا یہ فوجی کیمپ ہو اور اس میں دشمن ملک کے قیدی محصور ہوں۔ پھر جدہ ائرپورٹ پر بھی مہمانانِ رحمان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے کہ اس جیسا رویہ دوسرے کسی بھی ملک کے باسیوں کے ساتھ نہیں کیا جاتا۔ پھر وہاں معلمین کی شانِ لاپرواہی اور ناقص انتظامات کے باعث ان کی جو دُرگت بنتی ہے وہ بھی ایک الگ داستانِ الم ہے۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ وہاں پر متعین پاکستانی اعلیٰ افسران اور باقی عملہ جو خدام الحجاج وغیرہ کے طور پر یاد کیا جاتا ہے ان کا رویہ بھی انتہائی ہتک آمیز اور متعصبانہ ہوتا ہے۔

پاکستان کی حکومت ہر سال بڑے فخر سے اعلان کرتی ہے کہ اس سال حج کے انتظامات نہایت اعلیٰ پیمانے پر کئے گئے ہیں لیکن اس بار بھی پاکستانی حجاج کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا گیا کہ ماضی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اور پاکستانی حجاج حسب سابق دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے اور آخر تک انہیں طرح طرح کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور وہاں پر موجود حکام نے ان کی کوئی شنوائی نہیں کی۔ پاکستانی حجاج ہمیشہ کی طرح دور دراز بلڈنگوں میں رہے اگرچہ اکثریت سے کرایہ اچھی بلڈنگ کا وصول کیا گیا لیکن انہیں تھرڈ کلاس کی بلڈنگیں دی گئیں۔ اور اس کے علاوہ ایسی خراب اور شکستہ بلڈنگیں فراہم کی گئیں جس میں پانی کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ منیٰ اور دیگر مقامات پر بھی ان کے لئے انتظامات ناقص تھے۔ ان کے مقابلے میں ایران اور افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک کے انتظامات مثالی تھے اور کسی بھی دوسرے ملک کے حاجیوں نے کوئی شکایت نہیں کی۔ آخر پاکستانی حجاج اپنی شکایت کس سے بیان کریں ؟ ؟

ع کس کو آتی ہے مسیحائی کسے آواز دوں

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی اصلاح ذاتِ البین
نیک مقاصد کے لئے بعض صورتوں میں جھوٹ بولنا

حدثنا محمد بن بشار ثنا أبو أحمد ثنا سفيان وثنا محمود بن غيلان ثنا بشر بن السّريّ وأبو احمد قالا ثنا سفيان عن ابن خثيم عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت يزيد قالت: قال: رسول الله ﷺ: لايحل الكذب الافی ثلاث: يحدث الرجل امرأته ليرضيها و الكذب في الحرب' و الكذب ليصلح بين الناس" ......وقال محمود في حديثه او لايصلح الكذب الا في ثلاث.

هذا حديث حسن 'لانعرفه من حديث اسماء الامن حديث ابن خثيم وروى داؤد بن ابي هند هذا الحديث عن شهر بن حوشب عن النبي ﷺ 'ولم يذكر فيه عن اسماء حدثنا بذلک ابو كريب ثنا ابن ابي زائدة عن داود بن ابي هند وفي الباب عن ابي بكر رضي الله تعالىٰ عنه.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزیدؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''' جھوٹ بولنا حلال نہیں مگر تین چیزوں میں حلال ہے۔ ایک یہ کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے جھوٹ بات کہے تا کہ اسے راضی کردے۔ دوسری یہ کہ کفار کے ساتھ لڑائی کے سلسلے میں جھوٹ بولے۔ تیسری اس لئے جھوٹ بولنا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرلیں......اور محمود نے اپنی حدیث میں اس طرح کہا ہے ''لایصلح الکذب الخ''، یعنی جھوٹ بولنا درست نہیں، مناسب نہیں الخ۔

یہ حدیث حسن ہے۔ ہم اسے حضرت اسماء کی حدیث سے نہیں جانتے'' مگر ابن خثیم کی حدیث سے۔ اور داؤد

ابن ابی ھند نے یہ حدیث شھر بن حوشب سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور اس میں اسماء کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اسی طرح ہمیں ابو کریب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی زائدہ نے داؤد ابن ابی ہند سے روایت کی ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابو بکرؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔

تین چیزوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے:

اصلاح ذات البین یعنی آپس کی چپقلش اور ناراضگی دور کرنے کے لئے تاکہ مسلمان میں الفت ومحبت قائم رہے۔ اتفاق واتحاد ہو، نفرت بگاڑ، تفرق وانتشار نہ پیدا ہو۔ اس باب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے اندرونی احوال کی اصلاح اور ان کے آپس میں صلح مصالحت کرنے اور جوڑ پیدا کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کرنے اور جوڑ پیدا کرنے کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے۔ نیز کوئی مرد اپنی بیوی کو راضی کرنے کیلئے جھوٹ بولے یہ بھی جائز ہے۔ اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ بیوی اور شوہر کے درمیان الفت ومحبت قائم رہے اور گھریلو ناچاقی پیدا ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن نہ ہو۔ اس طرح مصلحت کی وجہ سے کفار کے ساتھ لڑائی میں جھوٹ بولنا بھی جائز ہے۔ جس سے مسلمانوں کو فتح اور کفار کو ضرر اور شکست ہونا مقصود ہو۔

بعض حالات میں جھوٹ بولنا واجب ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق، جھوٹ بولنا عام حالات میں تو حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور بعض صورتوں میں مکروہ ہے اور بعض صورتوں میں مباح ہے۔ یہاں تک کہ بعض وقت جھوٹ بولنا فرض اور واجب بن جاتا ہے۔ مثلاً علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی ظالم کسی آدمی کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور یہ مظلوم آدمی کسی جگہ چھپ گیا ہو جو کہ آپ کو معلوم ہو اور وہ ظالم اس کے متعلق آپ سے پوچھے کہ فلاں آدمی کہاں ہے؟ تو اس موقع پر اس مظلوم کی جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اور تم پر لازم ہے کہ مثلاً یوں کہو کہ یہاں تو کوئی آدمی نہیں آیا، میں نے اسے نہیں دیکھا۔ وغیرہ تاکہ ظالم دوسری طرف رخ کرے۔ اور مظلوم کی جان بچ جائے۔ اس موقع پر سچ بتا کر اس ظالم کو مظلوم کی نشاندہی کرنا قتل ناحق میں اس کے ساتھ مدد کرنا ہے۔ اور حرام و ناجائز ہے۔ البتہ ایسے موقع پر اگر توریہ کر سکتا ہو تو توریہ کرنا بہتر ہے۔ تاکہ حتی المقدور جھوٹ بولنے سے بھی بچ سکے اور مقصود بھی حاصل ہو اور اگر توریہ نہ کر سکتا ہو تو اس قسم کی ضرورت اور مصلحت کی خاطر صریح جھوٹ بھی درست ہے۔

توریہ کا معنی اور حضرت ابو بکرؓ کا توریہ کرنا:

توریہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا محتمل لفظ استعمال کرے کہ مخاطب کو خلاف واقع چیز سمجھ میں آئے اور کہنے والے کے نزدیک متبادر معنی سے ہٹ کر دور کے معنی کے اعتبار سے وہ واقع کے مطابق ہو اور سچ ہو۔ پس "توریہ" سننے

والے کے گمان کے مطابق تو جھوٹ ہے لیکن کہنے والے نے اپنے الفاظ کو کسی دوسرے معنی پر حمل کر کے واقع کے مطابق اور سچ کہا ہے۔ اور یہ توریہ اور معاریض کہلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے توریہ اختیار فرمایا اور عزیمت پر عمل کیا۔ یعنی جس وقت کفار مکہ نے ایک منظم منصوبے کے تحت مختلف خاندانوں کے چیدہ چیدہ جوانوں کو جمع کر کے ان کو یکبارگی حملے کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے قتل کرنے کا کام سپرد کیا اور انہوں نے رات کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر جناب رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ اسی رات مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے نکلے۔ نکلتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر ریت کفار کی طرف پھینک دی' اللہ تعالیٰ نے یہ ریت سب دشمنوں کی آنکھوں تک پہنچادی' وہ اپنی آنکھیں ملنے لگے اور یہ دونوں راستے پر جارہے تھے' مگر کفار ان کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کی آہٹ سنتے تھے اور یہ سمجھتے کہ کوئی راستے پر جارہا ہے۔ تو کفار پوچھتے تھے کہ تم کون ہو؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا: ابوبکر۔ تو وہ پوچھتے تھے تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ یہی وقت عظیم امتحان کا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا اور سچ بولنا ان کا خصوصی شیوہ تھا۔ ہمیشہ سچ بولنے کی وجہ سے صدیق کا لقب پاچکے تھے۔ لیکن یہاں اگر صاف طور پر سچ بتاتے کہ میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ ہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ کی جان کو خطرے میں ڈال دیتے اور یقیناً یہ بڑا ظلم ہوتا (والعیاذ باللہ) تو ابوبکر صدیقؓ نے پوری دلجمعی سے ایک حکیمانہ جواب دیا: اور فرمایا "رجل یهدینی السبیله" ایک آدمی ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اس جواب سے مشرکین نے تو عام عادت کے مطابق یہ سمجھا کہ ابوبکرؓ کہیں دور کے سفر پر جارہے ہیں اور راستہ معلوم کرنے کے لئے کوئی رہبر اپنے ساتھ لئے جارہے ہیں۔ اور خود حضرت ابوبکرؓ کا مطلب ان الفاظ سے یہ تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو کہ مجھے وصول إلی اللہ کا جادۂ حق اور صراط مستقیم دکھاتا ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے جب کافروں کے سارے بت توڑ دیئے اور صرف بڑا بت چھوڑ دیا اس مقدمہ میں جب حضرت ابراہیمؑ مشرکین کے روبرو لائے گئے اور مشرکین نے اس بارے میں ان سے سوال کیا کہ اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے بتوں کا یہ حشر کیا ہے؟ تو ابراہیمؑ نے جواب فرمایا۔ "بل فعله کبیرهم" (الآیۃ) "بلکہ یہ تو ان میں سے اس بڑے بت نے کیا ہے۔" اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے ظالم بادشاہ سے اپنی بیوی کی آبرو بچانے کے لئے فرمایا "إنها إختی" "یہ میری بہن ہے۔

نیز جب مشرکین نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے خوشی کے دن ساتھ جانے کا کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ تو حضرت ابراہیم نے کہا "انی سقیم" (الآیۃ) یعنی میں بیمار ہوں۔

اسی طرح حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی کے سامان میں بادشاہ کا پیمانہ خود رکھا تھا۔ لیکن جب وہ قافلہ چلنے لگا

تو حضرت یوسفؑ کے منادی نے اعلان کیا۔ ”أیتها العیر إنکم لسارقون“ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ ان مثالوں کی بنا پر بعض علماء کہتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت کی خاطر جھوٹ بولنا جائز ہے اور بعض نے جھوٹ بولنے کو علی الاطلاق ممنوع قرار دیا ہے۔ اور مذکورہ ارشادات کو معاریض اور توریہ پر حمل کیا ہے۔

یحدث الرجل امرأته لیرضیها:

بیوی کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا جائز ہے مثلاً کوئی طالب علم پانچ چھ مہینے بعد گھر جائے تو ادھر بیوی ناراض ہے کہ اتنی طویل مدت کیوں گزاری، اللہ کے بندے! مہینہ میں ایک مرتبہ تو آیا کرو۔ تو یہ طالب علم اگر بیوی کو راضی کرنے کے لئے جھوٹ کہے کہ مثلاً میں نے تو بہت کوشش کی، گھر آنے کو دل بہت چاہتا تھا لیکن دارالعلوم کی طرف سے چھٹی نہیں مل رہی تھی تو میں کیا کرتا۔ مجبوری تھی، وغیرہ تو یہ جائز ہے اس سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

والکذب فی الحرب:

اور کفار کے ساتھ جنگ میں جھوٹ بولنا بھی جائز ہے، مثلاً یوں کہے کہ ہمیں ابھی تیس ہزار لشکر کی مدد پہنچ رہی ہے۔ تاکہ کافروں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ یا مثلاً مسلمانوں کا کوئی فوجی دستہ ایک طرف سے حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور لوگوں کو کسی دوسری طرف سے حملہ آور ہونے کو کہے تاکہ قبل از وقت کسی کو اطلاع نہ ہو جائے۔

والکذب لیصلح بین الناس:

اور لوگوں کے درمیان صلح کرنے کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیان کسی وجہ سے ناراضگی اور قطع تعلق واقع ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کے ذمہ لازم ہے کہ ان کے درمیان صلح کرا دے تاکہ جھگڑا طول نہ پکڑے۔ مزید فساد پیدا نہ ہو۔ اور دونوں جانب کے مسلمان قطع تعلق کے گناہ سے بھی بچ جائیں۔ اس مقصد کے لئے اگر کوئی صلح کرنے والا جھوٹ بولے مثلاً ایک فریق سے یوں کہے کہ آپ کے مخالف آپ کے ساتھ ناراضگی پر نہایت شرمندہ اور پشیمان ہیں وہ آپ کیساتھ محبت کرتے ہیں اور آپکے ساتھ مصالحت کرنے کے خواہاں ہیں وغیرہ۔

حدثنا احمد بن منیع ثنا اسماعیل بن ابراهیم عن معمر عن الزهری عن حمید بن عبدالرحمان عن أمه أم کلثوم بنت عقبة قالت: سمعت رسول الله ﷺ یقول: لیس بالکاذب من اصلح بین الناس فقال خیراً اونما خیرا. وهذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: وہ آدمی جھوٹ بولنے والا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرنا چاہے۔ پس وہ بھلائی کی بات

کہے یا (اس طرح فرمایا کہ) جو خیر اور بھلائی کی بات پہنچائے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لیس بالکاذب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کہ اگر چہ لغت کے اعتبار سے تو ہر خلاف واقع بات کو جھوٹ کہا جا سکتا ہے لیکن جو آدمی لوگوں کے درمیان مصالحت کرنے کے لئے فریقین میں سے ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچا دیتا ہو تا کہ ان کے دلوں سے ایک دوسرے سے متعلق کدورت دور ہو جائے اور انکے دل ایک دوسرے کے لئے نرم ہوں اور مصالحت کی راہ ہموار ہو جائے۔ تو یہ آدمی شرع کی اصطلاح میں مذموم دروغ گو نہیں ہے۔ کیونکہ جھوٹ عموماً فساد اور برائی کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن اس نے اصلاح اور بھلائی کے لئے جھوٹ کہا' پس یہ جھوٹ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

باب ماجاء فی الخیانة والغش

خیانت اور ملاوٹ وفریب کا بیان

حدثنا قتیبه ثنا اللیث عن یحیٰی بن سعید عن محمد بن یحیٰی بن حبان عن لؤلؤة عن أبی صرمة ان رسول الله ﷺ قال: من ضارّ ضارّ الله به' ومن شاق شق الله علیه...... وفی الباب عن ابی بکر ...... هذا حدیث حسن غریب۔

ترجمہ: حضرت ابوصرمہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو ضرر پہنچایا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرر پہنچائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کو سختی میں مبتلا کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو سختی میں مبتلا کر دے گا۔ اور اس باب میں حضرت ابوبکرؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن أبی صرمة:

صرمة صاد کے کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ' یہ انصاری صحابی تھے۔ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا اپنا نام مالک بن قیس ہے۔ اور وہ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔

و الغش: غِش کسرۂ غین کے ساتھ۔ دراصل اس کا معنی ہے "جو کچھ در پردہ پوشیدہ ہے اس کے خلاف ظاہر کرنا" اس لئے غش کا معنی ملاوٹ' دھوکہ اور فریب سے کیا جاتا ہے اور کینہ اور بغض وحسد کے معنی میں بھی آتا ہے۔

حدثنا عبد بن حمید ثنا زید بن حباب العکلی ثنی ابو سلمة الکندی ثنا فرقد السبخی عن مرة بن شراحیل الھمدانی وھو الطیب عن ابی بکر الصدیق قال : قال رسول الله ﷺ : ملعون من ضارّ مومنا او مکر به. ھذا حدیث غریب.

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملعون (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور) ہے وہ آدمی جس نے کسی مومن کو ضرر پہنچایا یا اس کو دھوکہ دیا...... یہ حدیث غریب ہے۔

<u>من ضارّ مومنا او مکر به</u>

من ضارّ مومنا کا مطلب یہ ہے کہ ظاہراً کسی مومن کو ضرر پہنچائے اور او مکر به کا مطلب یہ ہے کہ خفیہ طور پر اس کو ضرر پہنچائے دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔

امام ترمذیؒ نے خیانت اور غش یعنی ملاوٹ اور دھوکہ کے نام سے باب قائم کر کے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ پہلی حدیث میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جس آدمی نے کسی مسلمان کو ضرر پہنچایا اللہ تعالیٰ اس کو ضرر پہنچا دے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کو سختی اور مشقت میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈال دے گا۔

<u>ضرر اور مشقت:</u>

من ضار الخ ۔اس پہلی حدیث کے پہلے جملہ میں من ضار استعمال ہوا ہے جو کہ ضرر سے ماخوذ ہے اور دوسرے جملہ میں من شاق الخ جو کہ مشقت سے لیا گیا ہے اور ضرر و مشقت دونوں قریب المعنیٰ الفاظ ہیں۔لیکن ضرر مال ہلاک کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مشقت بدنی تکلیف کے لئے۔

<u>ہر کام میں دھوکہ اور ملاوٹ حرام ہے:</u>

کسی مسلمان کو دھوکہ دینا اور اس کو تکلیف اور ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنا۔ اسی طرح گندم، سبزی اور فروٹ وغیرہ میں سے اچھی چیز کو ظاہر کرنا اور خراب حصہ کو چھپا کر فروخت کرنا یہ تمام صورتیں دھوکہ اور ملاوٹ کی ہیں جو کہ حرام اور ناجائز ہیں اور دھوکہ دینے والوں کو جناب رسول اللہ ﷺ نے سخت وعید سنائی ہے۔ چنانچہ فرمایا من غشنا فلیس منا ''جس نے ہم (مسلمانوں) کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔'' پس مسلمان کی شان ہرگز یہ نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کے باوجود وہ دھوکہ اور فریب سے باز نہ آئے۔لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کے عام معاشرتی زندگی میں ان ارشادات پر عمل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اکثر مسلمان دنیوی مال و متاع کے لالچ میں دھوکہ دہی، جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں اور اکثر چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ دودھ میں پانی ملا کر شہد میں چینی ڈال کر ملاوٹ کرتے ہیں۔ بعض لوگ گائے بکری کو بہت زیادہ چارہ کھلاتے ہیں تاکہ

پیٹ زیادہ بھر جانے کی وجہ سے خریدنے والے کو گابھن ظاہر کر کے زیادہ روپے میں بیچ ڈالے۔اسی طرح بعض لوگ جانور کے تھنوں سے ایک دو دن دودھ نہیں نکالتے تا کہ منڈی میں لے جائے تو دودھیاری سمجھ کر خریدنے والا زیادہ قیمت پر خریدے۔اس قسم کے بہت سے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن کے ذریعے مسلمان کو دھوکہ دے کر ناجائز طریقے سے اس کا مال ہڑپ کرلیا جاتا ہے۔اور اس کو ضرر پہنچایا جاتا ہے۔

سیاسی دھوکے:

علاوہ ازیں بعض لوگ لیڈر بن کر سیاسی تقریروں کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے ہمنوا بنالیتے ہیں۔ ان سے ووٹ حاصل کر کے ان کے سیاہ وسفید کا مالک بن جاتے ہیں۔پھر ان سے کئے وعدوں کو بھول جاتے ہیں۔ اور ان کے حقوق کو تلف کر کے اجتماعی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔اس قسم کے بہت سارے مفاسد مسلم معاشرہ میں پائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے مسلم معاشرہ کی ساکھ بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔مسلمانوں کو اسلام کے زرین اصول اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی سکھائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے اور اس قسم کی برائیوں کا خاتمہ ضروری ہے تا کہ دنیا پر دین اسلام کا حقیقی رنگ ظاہر ہو جائے۔بعض ناسمجھ لوگ اسلام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔لیکن یہ یاد رکھئے کہ آج کل مسلمانوں کی پسماندگی اسلام کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اسلام کے مطابق عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ اسلام جب اپنے حقیقی شکل میں ظاہر ہوا تو مسلمانوں نے ترقی کر کے تھوڑے عرصہ میں دنیا کے سپر طاقتوں کو مسخر کردیا اور جب تک مکمل طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل ہوتا رہا اس وقت تک اسلام کا غلبہ واقتدار باقی رہا۔اور جب سے مسلمان اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں سستی کرنے لگے اس وقت سے اسلام کا تنزل شروع ہوا ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

ایک روایت میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اس طریقے سے ہی ہوگی جس طریقے سے اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہو چکی تھی ۔

پس مسلمانوں کو صحابہ کرامؓ کی طرز زندگی اختیار کرنی چاہیے اور امت کے علماء کرام اور دینی قائدین پر لازم ہے کہ وہ امت کی تربیت وتعلیم اور ان کی رہنمائی اس طریقے سے کریں جس طریقے سے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے امت کی رہنمائی کی تھی۔تب ہی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرلیں۔

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حقیقی محبت کے کرشمے

اللہ تعالیٰ کا اعلانِ محبت:

الغرض کسی سے محبت کرنے کے جتنے اسباب ووجوہات ہیں وہ بکمال وتمام اللہ میں نہ صرف موجود بلکہ انسانوں میں بعض صفات مثلاً علم وحسن، قوۃ وفہم وغیرہ کے جوصفات رب العزت نے عطا فرمائے ہیں یہ بھی اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے صفات وکمالات کا ادنیٰ ظہور ہے اور پھر مالک وخالق کی انسان کے ساتھ جو محبت ہے اس کے بیان کے لئے امام غزالیؒ کی نقل کردہ ایک حدیث قدسی ہی کافی ہے : یا ابن آدم انی لک محب فبحقی علیک کن لی محباً۔ ترجمہ: ''اے بنی آدم مجھے تجھ سے محبت ہے تم کو میرے حق (یعنی میرے احسانات) کا واسطہ ہے کہ تو مجھ سے محبت کر''

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سالہا سال گناہوں کے دلدل میں پھنسنے کے بعد صدقِ دل سے توبہ تائب ہونے سے حق تعالیٰ اسے رحمت ومغفرت سے نواز دیتے ہیں جو کہ اللہ کی انسان کے ساتھ بے پناہ محبت ہی کا نتیجہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین۔ (سورۃ البقرہ) ترجمہ۔ ''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے اور پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے: قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جمعياً انه هو الغفور الرحيم۔ (سورۃ الزمر)

ترجمہ: ''اے پیغمبر کہہ دو میری طرف سے کہ اے میرے بندو تم میں سے جنہوں نے اپنے نفوس پر (گناہ کرکے) زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے بیشک وہ بڑی بخشش والا اور رحمت والا ہے۔''

ابن عمر سے روایت ہے کہ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقبل توبة العبد مالم یغرغر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا بیشک اللہ بندے کے توبہ کو قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ یعنی (آثار موت) شروع نہ ہو''

حضرت سلمان سے روایت ہے: "عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربکم حیٌ کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفرا۔ (رواۃ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: سلمان نے حضور سے نقل کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہارا رب بہت زیادہ شرم والا ہے سخی ہے اپنے بندے سے اسے شرم آتی ہے اور جب بندہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کی طرف (مغفرت یا طلب حاجت کے لئے) اٹھائے اور وہ اسے خالی واپس کردے۔"

مسند امام احمد کی روایت میں رحمۃ للعالمینؐ سے مروی ہے کہ اس ذاتِ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم خطائیں کرتے کرتے تمام آسمان وزمین کو بھردو اور پھر اللہ سے معافی مانگو تو یقیناً وہ تم کو بخش دے گا۔

یحبهم و یحبونه:

کیا دنیا میں ایسے عظیم محسن ومہربان کی مثال ہے؟ بالکل نہیں کہ منعم ومشفق کی بار بار مخالفت پر بھی وہ درگزر اور محبت کا مسلسل مظاہرہ فرماتا رہے۔ قرآنی آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عظیم ذات صرف احکم الحاکمین ہی کی نہیں ہے کہ بار بار نافرمانی پر بھی صدقِ دل سے توبہ کرنے والے کو معاف فرمادیتے ہیں یہ اپنے بندوں کے ساتھ بے پناہ محبت کی واضح دلیل ہے۔ اور دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب ایک طرف سے محبت کا اظہار ہوتا ہے دوسری جانب سے خود بخود محبت ہوجاتی ہے۔ تو انسان کے لئے اللہ سے محبت ایمان کے دعوی کے لئے لازمی ہے۔ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے یحبهم و یحبونه ترجمہ: جس سے اللہ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔

جس محبت میں اطاعت نہ ہو:

جب اللہ سے محبت ہوگی تو اس کے احکامات کی اطاعت وتابعداری بھی ضروری ہے۔ دنیا کے مجازی عاشق، عشق میں مبتلا ہونے کے بعد محبوب کے ہر حکم کی بجا آوری اپنے لئے باعث عز وافتخار سمجھتا ہے۔ محبت کا دعویٰ کرنے والا اگر محبوب کی کسی خواہش اور حکم ماننے سے انکار کرے تو یہ معاشرہ اسے دعویٰ عشق میں جھوٹا سمجھتا ہے تو اس حقیقی مالک و خالق اور تمام احسانات واکرامات کا منبع وسرچشمہ رب العالمین کے ساتھ محبت کا اقرار ہو اور اس کے فرمودات کی مخالفت ہو یہ قطعاً ایمان کی نشانی نہیں۔ وہ محبت جس میں اطاعت نہ ہو وہ دشمنی تو ہوسکتی ہے اسے محبت کہنا محبت کی توہین ہے۔ جس مسلمان کا دل اللہ اور اس کی محبت سے سرشار، معمور ومنور ہو عبادت واطاعت خود اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ صحابہ کرام اسی محبت کی بدولت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مصداق بن گئے۔

خدا اور رسولؐ کی محبت: حضرت انسؓ سے مروی ہے:

ان رجلاً قال یارسول الله متی الساعة قال ویلک ما اعددت لها قال

ما اعددت لها الا انی احب الله ورسوله قال أنت مع اجبت قال انس فمار أیت المسلمین فرحوا بشئی بعد الاسلام (رواہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ نقل کررہے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورؐ کے پاس آکر پوچھا' قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہو تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس شخص نے (بطور عجز وانکساری) کہا میں نے کوئی تیاری نہیں کی بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم دارین میں اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو' حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مسلمان حضورؐ کے اس فرمان سے اتنے خوش ہوئے کہ اسلام کی نعمت کے بعد ان کو کسی اور چیز سے اتنی زیادہ خوشی حاصل نہ ہوئی تھی۔

اللہ کے محبوب بندے: اس حدیث مبارکہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام جن کے دل ودماغ اللہ اور اس کے حبیب صلعم کی محبت سے معمور تھے اسی محبت کو سعادتِ دنیوی واخروی کا اہم ذریعہ جان کر کتنے خوش ہوئے۔ اور اس محبت کے جو تقاضے ہیں ان کو اس انداز میں وظیفہ حیات بنایا کہ وہ "الصحابته کلهم عدول" کا حقیقی مصداق بن گئے۔ پھر جس نے اللہ کو محبوب بنا کر خود بھی اللہ کا محبوب بن گیا اس کی محبوبیت اور مقبولیت پورے آسمانوں' زمینوں میں پھیل جاتی ہے۔ اسے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت اور عظمت پیدا کرنے کے لئے مصنوعی سہاروں اور خیالات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ رب العزت کے حضور اگر کسی کی محبت موجود ہے اس کی بنیاد اتنی قوی اور مستحکم ہے کہ اسے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں سینکڑوں سال پہلے گزری ہوئی ہستیاں جو اللہ سے محبت کرتے کرتے خود اللہ کے محبوب بن گئے۔ ان کی مقبولیت کو خدا تعالیٰ نے اس انداز سے پھیلایا کہ مدت دراز کے بعد بھی ان لوگوں کا نام سنتے ہی زبان سے رضی اللہ عنہم' رحمۃ اللہ علیہم جیسے محبوب الفاظ صادر ہو جاتے ہیں۔

محبت کی دو علامتیں: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے خاص اور حکیمانہ انداز میں اللہ کے ساتھ کامل محبت کے دعویٰ میں سچے ہونے کے دو علامات ذکر فرماتے ہیں۔ پہلی یہ کہ جب اللہ سے محبت ہوگی تو ہر وقت اس کی یاد بھی ہوگی۔ لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یاد صرف زبانی نہ ہو بلکہ زبانی یاد کے ساتھ دل میں بھی اس کی یاد رچی بسی ہو اس بے ثبات اور ناپائیدار دنیا کے کسی شئے سے محبت نہ ہونے کے بعد ہر وقت مطلوب ومحبوب کا نام زبان پر جاری اور دل میں راسخ ہوتا ہے تو مالک الملک جل جلالہ کے ساتھ محبت کا اثر دنیوی اشیا سے محبت کے اس اثر سے اگر زیادہ نہیں تو اس سے کم تو نہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کی اطاعت اور اسکے احکامات کی تعمیل اپنے لئے بارِ گراں اور مشقت کا باعث نہ سمجھے اللہ کا ہر حکم اپنے لئے اخروی ودنیوی نجات وفلاح کا ذریعہ سمجھ کر خندہ پیشانی اور ذوق وشوق سے اس کی ادائیگی میں مگن رہے اور اس تعمیل حکم میں اسے قلبی اطمینان حاصل ہو۔

محبت کی راہ میں مشکلات پیش آئیں گی: اب محبت کی اس راہ میں مالی' جانی' خاندانی' معاشرتی لامتناہی رکاوٹوں

اور مشکلات کا پیش آنا بھی لازمی ہے مگر اللہ سے محبت کے دعویدار کو اپنے محبوب کے حکم کے راستے میں ہر دیوار کو گرا کر اپنا اگلا سفر جاری رکھنا ہوگا تب کہیں والذین آمنوا اشد حبا للہ میں مومن کی جونشانی بیان کی گئی ہے اس کا مصداق بنے گا۔ کیونکہ محبت وعظمت الٰہی ایمان کے لئے ایسا لازمی جزو ہے جس کے بغیر ایمان کو ایمان اور کسی فرد کو مومن کہنا خود فریبی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور اس پر اجماع ہے کہ دل میں جب عظمت ومحبت ہوگی تو اللہ کے احکامات پر عمل درآمد کا شوق وذوق بھی پیدا ہوگا۔ پھر زندگی میں جس کام کے کرنے کا ارادہ ہوگا توجہ اس طرف خود بخود مبذول ہوگی کہ میرے اس عمل کے بارے میں میرے خالق و مالک کا کیا حکم ہے۔ اگر یہ عمل اللہ کے فرمان کے مطابق ہو تو اسے اس کو ادا کرنے میں نہ دقت وکوفت ہوگی اور نہ جھجک جب یہ کام اللہ کے احکامات سے معارض ہو تو اس کے ترک پر پریشانی و پشیمانی کے بجائے روحانی اطمینان وسکون حاصل ہوگا۔

اللہ اور لوگوں کے ہاں محبوب ومحبّ بننے کا نسخہ اکسیر: قربان جائیے حضور اکرم ﷺ سے کہ اللہ کے ہاں محبوب و محبّ بننے کا قیمتی نسخہ بھی تجویز فرمادیا: عن سہل بن سعد قال جاء رجل فقال یارسول اللہ ﷺ دلنی علی عمل اذا انا عملتہ احبنی اللہ و احبنی الناس قال ازھد فی الدنیا یحبک اللہ و ازھد فیما عندک یحبک الناس (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آقائے نامدار صلعم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ایسا عمل بتادیجئے جب اس پر عمل کریں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگوں کا بھی محبوب بن جاؤں۔ آپ صلعم نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور لوگوں کے پاس جو کچھ (مال ومتاع) ہے اس کی طرف رغبت وشوق ومحبت کا اظہار نہ کرو (اس کے بدلے) لوگ تم سے محبت کریں گے۔''

خدائی احکامات پر عمل کرنے میں ایک اہم رکاوٹ دنیا کی محبت ہے اسی دنیاوی خواہش ومحبت کی وجہ سے انسان اللہ اور اس کے حبیب صلعم کی اطاعت سے غافل ہوکر گناہوں کی دلدل میں پھنستا جارہا ہے۔ پھر اس ساتھ دوسروں کی دولت ومنصب کو دیکھ کر حریصانہ وللچائی ہوئی نظروں سے اسی دولت کو حاصل کرنے کی خواہش میں ہر حربہ کو استعمال کرنے کی دوڑ میں شامل ہوکر آخرت سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ کے محبوب ومحبّ بننے کے لئے ان دونوں خواہشات کو ترک کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ دنیا کی محبت میں ایسا منہمک ہوجانا کہ آخرت اور اللہ کے حضور قیامت میں حاضر ہونا ہی بھول جائے یہ کام نافرمانیوں اور گناہوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔

سرور کونین ﷺ کا فرمان ہے حب الدنیا رأس کل خطیئۃ (شعب الایمان) دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (جاری ہے)

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

کائناتِ روحانی

الحمد للّٰہ و کفیٰ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اس مضمون میں مندرجہ ذیل نظریات پر بحث کی گئی ہے:

(۱) قرآن مجید ایک مستقل عالم ہے، اور کائنات مادی کے مقابلہ میں اس کی آیات وسور کائناتِ روحانی ہیں۔

(۲) قرآن مجید اسی طرح مجمل ہے، جس طرح زمین مجمل ہے پھر جس طرح انسان کی تمام جسمانی ضروریات اسی زمین سے نکلتے ہیں اسی طرح روحانی ضروریات قرآن سے پورے ہوتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کی آیات میں بعض اوقات جو بے ربطی پیدا ہو جاتی ہے اسکی کیا وجہ ہے۔

(۴) قرآن مجید سے بعض لوگ کیوں گمراہ ہو جاتے ہیں؟

(۵) مسلمانوں کی موجودہ تباہیوں کا راز کیا ہے؟''

☆ ☆ ☆

وننزل من القرآن ما ھو شفاءٌ و رحمۃ للمومنین (حق سبحانہ تعالیٰ)

ہم قرآن میں ان چیزوں کو اتار رہے ہیں جو ایمانداروں کیلئے شفاء اور رحمت ہیں۔

انسان کچھ بھی ہو، اس کی قوتوں کی غیر محدود رسائیاں جس حد تک بھی پہنچتی ہوں، لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ باوجود اسکے بھی اگر غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ (تنہا وہ کچھ بھی نہیں ہے)

کائنات کا ہر ذرہ، عالم کی ہر چیز، اس کی مدد و معاونت میں مصروف ہے اور وہی اسے پیغام عمل دیتی ہے، حتیٰ کہ انہی کے بل بوتے پر وہ وہاں پہنچتا ہے، جہاں دوسرے نہیں پہنچتے۔

وہ اپنی قوتِ دید کے متعلق مدعی ہے کہ کروڑوں میل دور سے آفتاب کی طویل و عریض رقبہ کا احاطہ کر لیتا ہے، اور یقیناً کر لیتا ہے لیکن فضاء میں پھیلنے والی روشنی اگر بجھا دی جائے، تو اس کے بعد کیا بھی اسے اس دعویٰ کی جرأت ہو سکتی ہے؟

ابر اور رات کی تاریکی میں وہی انسان جو دن کو اپنے دائرۂ بینائی میں نصف کرۂ عالم کو گھیرے ہوئے تھا، اگر کسی اندھیری کوٹھری میں ڈالدیا جائے تو کیا پھر اس میں اور اس اندھے میں کچھ بھی فرق باقی رہ جاتا ہے جو بیچارہ سرے

سے اس قوت پر ماتم کر کے بیٹھ چکا ہے؟

انسان سنتا ہے اور اپنی قوت سامعہ کی بناء پر مدعی ہے کہ علاوہ عالم الوان وانوار کے ایک اور عالم اصوات (آواز) کا موجود ہے لیکن اگر درمیان کی ہوا، یا سالمات کی حرکت ارتعاشی، یا ذرات اثیریہ کے دبدبوں کو معدوم کر دیا جائے تو کیا اس کے بعد بھی وہ اپنی اس قوت پر اسی قدر اکڑ سکتا ہے؟

وہ اپنی ایجادات واختراعات پر نازاں ہے وہ ریل بناتا ہے، انجن ہنکاتا ہے ہوائی جہاز اڑاتا ہے وہ منٹوں میں سیکڑوں میل کی آواز کو ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں پہنچاتا ہے یقیناً یہ اس کے حیرت انگیز کارنامے ہیں لیکن فرض کرو کہ کوئلہ نہیں ہے، آگ نہیں ہے پانی نہیں ہے، لوہا نہیں ہے لکڑی نہیں ہے، الغرض انسان کے علاوہ اس عالم میں اور کچھ نہیں ہے کیا اس کے بعد بھی وہ یہ کر سکتا ہے یا وہ کر سکتا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں اور تم بھی اس کو جانتے ہو کہ ایجاد و اختراع تو خیر، شاید اس کے بعد وہ چند گھنٹے بھی اپنی زندگی کے نظام کو قائم نہیں رکھ سکتا۔

اور یہی وہ بلند پایہ نتھرا ہوا تخیل ہے جہاں پر انسان کے غرور وانانیت کا ایوان یکا یک دھم سے گر جاتا ہے احمق اپنے کو سب کچھ سمجھتا ہے لیکن ایک عقلمند اپنے کو کچھ نہیں دیکھتا، آہ! کہ جب وہ اپنے ہر سانس میں غیر کا دست نگر ہے اپنی ہر حرکت وسکون میں دوسروں کا محتاج ہے تو پھر یہ غرور و بدمستی، کس پر؟ پھر ہنگامہ انانیت کیوں؟ یہ شورش لمن الملکی کس بنیاد پر؟

تنگ ظرف چھلک پڑتے ہیں۔ اکڑتے ہیں، غراتے ہیں، لیکن عمیق روحیں مطمئن ہیں، وہ سب کچھ کرتی ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتی ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

قل کل من عند الله فما لهٰؤلاءِ القوم لا يكادون يفقهون حديثا (الحی القیوم)

کہہ دو! کہ سب کچھ اللہ ہی کے یہاں سے ہے پھر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

بہر حال اس مختصر تبصرہ سے میری غرض اس وقت فقط اس قدر ہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے کائنات کی امداد واعانت کی بنیاد پر کرتا ہے۔

انسان عقل وتدبیر، ہوش وحواس ادراک واحساس کے آلات کو لے کر کرۂ زمین پر آتا ہے اور دیکھتا ہے اس کے سامنے مواد کا ایک غیر محدود ذخیرہ پھیلا ہوا ہے، وہ اپنی ادراکی قوتوں کو ان ہی مادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جوڑتا ہے ربط دیتا ہے پھر بھی تو اسی ارتباط کے بعد کائنات کا کوئی ناموس (راز) اس کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے مثلاً وہ گلاب کی شاخوں سے ایک پھول توڑتا ہے اور قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) کے ساتھ اسے ربط دیتا ہے حتی کہ یکا یک اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ اس پھول میں ایک اور عالم (بو) ہے جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سن سکتے

ہیں نہ ہاتھ چھو سکتے ہیں نہ زبان چکھ سکتی ہے۔

اور کبھی فقط جوڑنے سے کام نہیں چلتا، بلکہ وہ اپنی روح کو اس مادہ میں غرق کر دیتا ہے اس کے ظاہر و باطن میں پیوست ہوتا ہے، جس کے بعد بسا اوقات وہ ایسے عجوبہ طراز اسرار کا، اعلان کرتا ہے، جس کو اس سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔

مثلاً تم دیکھتے ہو، کہ یہی زمین جو ظاہراً فقط خاک اور دھول کا ایک تیرہ گوں مجموعہ ہے کون باور کر سکتا تھا، کہ مٹی کے اسی ڈھیر میں گھی کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور دودھ کی نہریں جاری ہیں کون یقین کر سکتا تھا کہ اسی مشت خاک کے ساتھ بالوشاہی اور شکر پارے رلے ملے ہیں۔ اسی میں مرچ کی تلخی بھی ہے اور املی کی ترشی بھی، اسی کے اندر تیلوں کے سرچشمے بھی ہیں اور بادام و پستے کے مغزیات بھی۔

لیکن انسان اسی میں ڈوبا، اور گھسا حتی کہ اب وہ ان تمام چیزوں کو اسی گرد و غبار سے چھان بین کر نکال لیتا ہے وہ اسی زمین سے گھانس، چارے اکھاڑتا ہے اور اپنی گائے بھینس کے منہ میں اسے ڈال دیتا ہے پھر تھوڑی دیر بعد اسی گھانس بھونسے کو، جو زمین کے اجزاء سے تیار ہوئے تھے، دودھ کی شکل میں نچوڑ لیتا ہے، وہ ایکھ اور گنوں کی چھوٹی چھوٹی شاخوں کو اسی زمین پر نصب کر دیتا ہے اور چند ہی دنوں کے بعد اس کے گھر میں شیرینی کی ریل پیل ہو جاتی ہے گویا زمین میں اس نے ایک شکر کش مشین گاڑ دی ہے، جو دھڑا دھڑ زمین کے اجزاء شیریں کو مٹی سے الگ کر کے باہر پھینکتے رہتے ہیں، اسے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے، خدا جانے پہلے کیا کرتا ہوگا لیکن اب تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بنولے کے سیاہ اور کالے دانوں کو اسی مٹی میں ملا دیتا ہے اور اسی کے بعد وہ روئی کی گانٹھوں کو اندر سے باہر لے آتا ہے پھر اس کو مختلف ترکیبوں سے شیروانی، کوٹ کرتے پائجامے کی شکل میں ڈھال لیتا ہے، اور اسی کی طرف توجہ دلائی گئی:

وفی الارض قطع متجاورات و جنٰت من اعناب و زرع و نخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی ذٰلک لآیات لقوم یعقلون (العلیم الحکیم)

اور زمین میں ملے جلے قطعات اور تختے ہیں (جن میں) انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور درخت ہیں، بعض چند شاخوں کے ساتھ نکلتے ہیں اور بعض اکیلے یہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں مگر پھر بھی ہم بعض کو بعض پر مزے کے اعتبار سے برتری عطا کرتے ہیں، اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے انسان کی قوت فکریہ، ایجاد شدہ چیزوں سے الگ ہو کر مادے کی نہ معلوم غوامض و اسرار کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور آئے دن نت نئے انکشافات، و غوامض کا اعلان کرتی رہتی ہے، کچھ دن اسی کا

غلغلہ عالم میں بلند رہتا ہے، یہاں تک کہ جب کثرت استعمال کے بعد وہ راز بھی ایک پیش افتادہ حقیقت ہو جاتا ہے تو دوسری چیزیں سامنے آتی ہیں۔

یقیناً کسی زمانہ میں مٹی اور کیچڑ کے اندر سے برقی کی قاشوں کے مواد کا بہم پہونچانا ایک عجیب وغریب نظریہ خیال کیا گیا ہوگا، لیکن اب یہ ایک معمولی بات ہے حتیٰ کہ اسی طرح رفتہ رفتہ انسان نے آتش وآب کی باہمی ارتباط سے بخار (اسٹیم) کی قوت کا پتہ چلایا، اور زمانہ اس پر محو حیرت ہوگیا، پھر اس نے مواد کی باہمی مصاکت ومصادمت کے قانون سے برق (الکٹرسٹی) کا راز دریافت کیا اور دنیا اسی پر سر دھن رہی ہے اور کسی کو کیا معلوم کہ اولاد آدم آئندہ چل کر، کن کن چیز پر سر دھننے والی ہے وعلم آدم الاسماء کی تاویل وتصدیق کے لئے ابھی ہم کو بہت کچھ دیکھنا ہے، کیونکہ اس قضیہ کو کلیہ ہونا ہے اور ہو کر رہے گا۔

آسمانی اشاروں میں ارتقاء واکتشاف، کی اسی حقیقت کی طرف، وخلق[۲] لکم ما فی الارض جمیعا سے راہنمائی کی گئی۔

اور زمین ہی نہیں، شوقین بصیرتوں کے سامنے تو اس سے بھی بڑا امیدان پیش کیا گیا ہے۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منه (باری عزاسمہ)

اللہ نے تمہارے فائدہ کے لیے (نہ صرف مادہ ارضیہ) بلکہ تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مفتوح ومسخر کر دیا ہے۔

پس جو چاہے۔ ان اشیاء کے دریچہ ہائے کمال میں جھانکے خود اس سے فائدہ اٹھائے، اور دوسروں کو مستفید ہونے کا موقعہ دے، یہ بتایا گیا ہے کہ انسان نہ صرف زمین، بلکہ فضائے آسمانی کے تمام کائنات سے ہر قسم کے منافع حاصل کر سکتا ہے وہ اس کی اعانت وامداد سے کبھی سرتابی نہیں کر سکتے اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی اہمیت سے انسان روز بروز واقف ہو رہا ہے۔

وہ ہوا، وہ بادل، وہ آفتاب، اس کی گیس، بلکہ تمام سیارات کو اپنے منافع کیلئے کار آمد بنانے کی کوشش میں مصروف ہے، اور ہمیشہ رہے گا، خواہ سائنس کے ذریعہ سے ہو، یعنی حواس خمسہ کی مدد سے، یا باطنی قویٰ اور مخفی طاقتوں کی اعانت سے، لیکن جدوجہد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا کہ دراصل اس سے انسان کے کمالات اور کائنات کے کمالات کا انکشاف ہوتا ہے اور یہ دونوں ملکر میں، کیا بتاؤں کہ کس کے کمالات قدوسیہ جبروتیہ کے آئینہ بنتے ہیں۔

کیا ہوتا ہے اگر آئینہ نے یہ نہیں سمجھا کہ میرے، سامنے کس کی طلعت جہاں آرا نے برقعہ الٹ دیا ہے وہ اپنی اندر جھانکنے والی نگہ مست سے شرمسار نہیں ہوتا ہے، تو نہ ہو، وہ جاہل ہے تو اسے جاہل رہنے دو، لیکن اسی ظلوم وجہول

آئینہ میں صورت دیکھنے والا اپنی صورت بھی دیکھ رہا ہے، صاحب جلوہ بھی ہے اور اس کا جلوہ بھی ہے، وہ روشن بھی ہے ظاہر بھی ہے، اور ظاہر ہوتا رہے گا۔

کس شان کے ساتھ اسی آیت کے بعد نظر بازوں کو پیغام نظر دیا جاتا ہے:

ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون (القدوس السلام)

اس میں (یعنی گذشتہ بالا اعلان میں) یقیناً کثرت سے نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو اپنی قوت فکریہ سے کام نہیں لیتے۔

بہر حال میں کیا کہنے لگا، غرض یہ ہے کہ انسان اور کائنات کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جس حکمت بالغہ نے ہم کو یعنی ہماری روحوں کو ھیکل جسمانی کے ساتھ وابستہ کیا ہے اسی نے محض اپنے فضل عمیم، لطف کریم، سے اس ہیکل کے بقاء وصحت، نشو ونما کیلئے ہر طرح کے سامان ہمارے اردگرد پھیلا دیئے ہیں، اور پھر اسی نے ہمارے اندر ایسی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں، جن کی راہنمائی سے ان تمام چیزوں پر تسلط حاصل کر لیتے ہیں۔

بسیط زمین اور فضاء کائنات کے اس مادی سلسلہ میں جہاں تک غور کیا جائیگا، یہ بات قطعاً واضح ہو جائے گی کہ انسان اپنے مادی ڈھانچے کی پرورش کیلئے جن جن چیزوں کا محتاج ہے اسکے مہیا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی گئی ہے۔

بدبخت نہ سوچنے والی قومیں کچھ ہی کہیں، لیکن بنی آدم کی بلند اختر قبیلوں نے اس کا اقرار کیا ہے۔ اور ہمیشہ اقرار کرتے رہتے ہیں، کاہلوں کو اپنے جسم کے پالنے میں تکلیف ہوتی ہو تو ہو ان کے پچھتر فیصدی افراد کو چوبیس گھنٹوں کے اندر دو دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نہ ملتا ہو تو نہ ملے، لیکن قدرت پر یہ الزام غلط ہے، رونا اپنی عملی قوتوں کی بیکاری پر چاہیئے، ماتم ان زنگ آلود جمودی طاقتوں پر کرو، جو ان سب میں ہیں، لیکن آہ! کہ کچھ دنوں سے کسی میں نہیں ان کے پاس اگر سردی سے بچنے کیلئے اچھے کپڑے نہیں ہیں، تو یہ جھوٹ ہے کہ خزائن السموات والارض میں ایسے کپڑے نہیں ہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ اس خزانہ سے حاصل کرنے کے لیے جس سعی اور کوشش کی ضرورت ہے وہ ان میں نہیں ہے۔

قرآن حکیم کا اعلان عام ھے: وقدرنا فیھا اقواتھا سواءً للسائلین (حق سبحانہ وتعالیٰ)

اور ہم نے زمین میں تمام ذخیرے ناپ تول کر رکھ دیئے ہیں جو ہر ایک جستجو کرنے والے کے لئے برابر ہے۔

پس جو دروازہ کھٹکھٹائے گا، اس کیلئے کھولا جائے گا وہ جو کنڈی نہیں ہلاتا اگر اس کیلئے دروازے نہیں کھلتے تو حسرت کس پر ہے؟

''کتاب روشن'' میں تو تم سے کہا گیا تھا کہ:

هو الذي جعل لكم الارض ذلولا فامشوا في مناكبها وكلوا من رزقه واليه النشور (باری عزاسمہ)

اس نے تمہارے فائدہ کیلئے زمین کو تمہارے لئے بالکل رام کر دیا ہے، پس اس کے کندھوں پر چلو پھرو، اور اسی کی پیداوار کو کھاؤ (اور یاد رکھو) کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ادیم زمیں سفرهٔ عام اوست
چه دشمن بریں خوانِ یغما چه دوست

پھر جس میں سرپوش اٹھانے کا بھی سلیقہ باقی نہیں رہا ہے وہ دستر خوان پر اگر نہیں بیٹھ سکتا تو اپنے سلیقہ کو درست کرے خوان یغما کا کیا قصور۔

لیکن جہاں اس چرم واستخوانی ہیکل کی تربیت و پرورش کیلئے خالق القوی والقدر نے مواد کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ پھیلا دیا ہے کہ جس کی کوئی تھاہ نہیں انسان خدا جانے کس زمانے سے اس کے ختم کرنے میں مصروف ہے، لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتے۔

وہیں یہ کس قدر عجیب، اور کتنا حیرت انگیز سانحہ ہے کہ بعض سیاہ بھیجوں نے محض اپنی ازلی شقاوت اور انتہائی کور باطنی کے ساتھ قدرت قاہرہ جلیلہ فیاضہ پر یہ گستاخانہ اور ناپاک حملہ کر دیا کہ قدرت نے اگرچہ فانی جسموں، اور تباہ ہونے والے ڈھانچوں کیلئے یہ سب کچھ کیا ہے لیکن وہ جو اصل جوہر ذات ہے اور حقیقت انسانیہ اسی سے عبارت ہے بلکہ واقع میں انسان وہی ہے اسکے معاملہ میں انتہائی بخل اور غایت تنگدلی سے کام لیا گیا ہے حتیٰ کہ اب ان چرمی زبانوں سے یہ آواز بغیر کسی تذبذب کے عام طور سے نکل رہی ہے کہ اس کیلئے اس ساری کائنات میں کچھ نہیں ہے کائنات کے سلسلہ حوادث کی کوئی کڑی اس مقصد کیلئے مفید نہیں العظمة لله میں یہ سنتا ہوں اور میرے ہوش وحواس پر اختلال طاری ہوا جاتا ہے یہ کیا کہا گیا کہ اگر دانت میں کوئی معمولی سی چیز اٹک جاتی ہے تو اسکے نکالنے کیلئے اس عالم میں ہزاروں قسم کے خلال، غیر محدود مقدار میں موجود ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ کیسا دعویٰ ہے کہ انسان کے دانت میں نہیں، بلکہ خود اسکے اندر اگر ہمیشہ کیلئے تباہ کرنے والی چیز اٹک جائے تو اس ساری کائنات میں اس کا کوئی علاج نہیں آخر یہ کس دیوانے نے کہا اور کن ابلہوں نے باور کیا، کہ ہمارے جوتوں کے میل صاف کرنے کیلئے تو اس عالم میں ہزاروں سامان موجود ہیں، لیکن اگر خود ہم پر گرد پڑ جائے، اور ہمارے اندر میل بیٹھ جائے تو اس کیلئے فیاض قدرت نے کچھ نہیں لکھا خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر قدرت کی بیمثال فیاضی جس کا ظہور ذرہ ذرہ میں بدیہی طور پر محسوس ہو رہا ہے کیا ایسا لفظ ہے جو کبھی شرمندۂ معنی نہیں ہوا۔

آخر ہم ان مادوں کو لے کر کیا کریں گے، جو ہمارے جسم کی تو مدد کر سکتے ہیں لیکن خود ہماری اعانت سے مجبور

ہیں، اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے استخوانی ہیکل کے لئے تو سب کچھ کیا گیا ہے اور خود ہمارے لئے کچھ نہیں ہے تو پھر یقیناً یہ کہنا ہی بالکل درست ہے کہ اس ہماری کائنات میں انسان کے لئے کچھ نہیں ہے۔

اور یہی نہیں کہ اس ذخیرہ میں ہمارے نفع کے لئے کچھ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد قطعاً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے سامنے ہے اس میں انسان کے آرام وعیش وسرور ونشاط کے سامان نہیں، بلکہ دکھ درد وتکلیف ومصیبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔

مجھے عقل دی گئی ہے اور میرے سامنے گندھک، شورہ، سیسہ، لوہا، اور اسی طرح کے دوسرے مواد پھیلا دیئے گئے ہیں تا کہ میں ان سب کو ملا کر جلا کر وہ چیزیں تیار کروں جن سے انسان کے جوڑ بند کھل جاتے ہیں -- ترکیب اعضاء کی تباہ ہو جاتی ہے۔ اُن کی آبادیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

میرے سامنے مادہ کا یہ انبار کیوں لگایا گیا ہے۔ جبکہ میری یعنی میری روح کی درستی کے لیے ایک تنکا بھی نہیں پیدا کیا گیا اگر میری روح اور میری حقیقت کی پرورش کیلئے کچھ نہیں تھا، تو پھر میرے ڈھانچہ کیلئے بھی کچھ نہ ہوتا، تا کہ روحانی ضعف سے مجبور ہو کر اگر میں کچھ کرنا چاہتا تو بجائے بندوق چلانے کے صرف دانت نکال کر دوڑتا، سینگوں کی جگہ، صرف اپنے ناخن سے دوسروں کو نوچتا میرے جنوں کا اثر محدود ہوتا، میری دیوانگی عالم گیر نہ ہوتی۔

اور بالفرض اگر کبھی میں اپنی مذبوحی حرکتوں سے تھک کر گر بھی پڑتا ہوں، تو اس وقت بھی ان مادوں سے مجھے کسی قسم کی تسلی نہیں ہوتی، میں اپنے پیٹ میں ان ہی مادوں کو مختلف الوان واشکال کی صورت میں ٹھونستا ہوں اور چینی کی رکابیوں سے اٹھا اُٹھا کر ٹھونستا ہوں، مگر پھر جب غور کرتا ہوں تو گو کیسہ شکم بھر جاتا ہے لیکن مجھ میں پھر بھی وہی خلاء باقی رہتا ہے میری اندرونی بے چینی میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

ہم اپنی اس چرمی کالبد کو روئی کے ریشوں اور اون کے بالوں، ریشم کے تاگوں سے منڈھتے رہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی اس میں نمونے کے تار، اور موتیوں کے ہار کو شریک کر لیتے ہیں، لیکن جب اپنے اوپر نظر ڈالتے ہیں، تو اپنی حقیقی بے سروسامانی میں کسی قسم کی تخفیف نہیں پاتے۔

انسان کا جسم مادہ کی غذا تلاش کرتا ہے لیکن خود انسان اس غذا سے اپنے اندر اطمینان کی خنکی نہیں پاتا۔ اور جو دیوانہ پاتا ہے وہ شاید اطمینان کی برودت وسکینت سے ہی نا آشنا ہے شاید اس نے اطمینانی سرور کے ساتھ اس کرۂ ارضی پر کبھی سانس نہیں لی۔

ہاں میں نے کائنات کے اس عریض وطویل سلسلے کو دیکھا، اور بغور دیکھا اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جنکی مجھے اس وقت تک ضرورت ہے، جب تک کہ اس زمین پر چل پھر رہا ہوں۔

تو کیا جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا، اور یقیناً چلا جاؤں گا تو قدرت نے میرے لئے وہاں کوئی سامان

نہیں کیا، اگر وہاں نہیں کیا ہے تو پھر یہاں اتنی خاطر مدارات کی کیا ضرورت تھی، میں خوب جانتا ہوں کہ جب اس زمین سے میں اُٹھالیا جاؤں گا، تو پھر میں پنجاب کے گیہوں کو نہیں دیکھ سکتا۔

گنگا مجھے اپنا پانی نہیں پلاسکتی، برار کی روئی وہاں نہیں جاتی، مانچسٹر کے تھان اور نیویارک کے قندیلوں کی مانگ وہاں نہیں ہے۔

تو کیا میں وہاں ننگا کر دیا جاؤں گا بھوک سے مروں گا، پیاس سے تڑپوں گا اندھیرے میں بھٹکوں گا۔

آہ! اگر ایسا ہے تو کیا اس زمین پر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ میرا مذاق اُڑایا جائے، کیا میں واقعی کسی کا مسخرا ہوں، یہ چیزیں یہاں مجھے محض بطور دل لگی کے دی گئی تھیں، تاکہ میں جب ان سے خوش ہو جاؤں تو مجھے پاگل و دیوانہ بنانے کے لئے ان سب کو ایک ایک کر کے مجھ سے چھین لیا جائے اور میں ان کی تلاش و جستجو میں اِدھر اُدھر مارا پھروں، اور مذاق کرنے والا میری اس بے ہنگم جستجو کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو۔

☆ ☆ ☆

نہیں تو کیا ایسا ہے کہ اس زمین کی زندگی (یعنی خود میں) ہمیشہ کے لئے معدوم کر دیا جاؤں گا، میرا اس کے بعد کچھ پتہ نہ ہوگا، نہ یہاں ہوگا، اور نہ کہیں اور ہوگا، اگر ایسا ہے تو پھر فیاض قدرت جس کی جود و کرم کا یہ کچھ چرچا ہے کیا اس نے مجھے اپنا شکار بنایا، وہ فیاض نہیں، بلکہ دانہ دے کر چھری پھیرنے والا صیاد ہے کیا میرے گلچھڑے میں مادیات کا آٹا اس لئے اتارا گیا ہے تاکہ جب میں اس میں الجھ جاؤں تو زور سے جھٹکا دیا جائے، کھینچا جائے، اور پھر اس کے بعد میری ہستی ہمیشہ کیلئے برباد کر دی جائے تو کیا میں قدرت کی غذا ہوں، یا اس شغل سے اس کا جی بہلتا ہے کہ مجھے دانے دے کر مارے، کاٹے تباہ و برباد کر دے۔

اللہ اللہ اس مسافر نواز شخص کو میں کیا کہوں جس نے راہ میں میرے لئے پانی کے مٹکے رکھے کھانے کیلئے میوہ دار درخت لگائے، درختوں کی شاخوں پر دسترخوانوں میں لپیٹ کر ہر طرح کی غذا بھی رکھ دی، میرے لئے تھوڑی دور پر اس نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے فرش و فروش لحاف و بستر سے آراستہ مکان بھی بنا دیئے۔ یہ سب کچھ کیا، لیکن جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو اس نے میری گردن بلاوجہ اڑا دی، میرا سامان بھی چھین لیا۔ حالانکہ اس کو نہ میری ضرورت تھی نہ میرے گوشت و استخوان کی، اور نہ میرے کپڑے لینے کی یقیناً اگر میری زندگی اسی خاکداں تک ختم ہو جاتی ہے تو قدرت کے متعلق بیساختہ ہر شخص کی زبان سے وہی الفاظ نکل پڑیں گے، جو اس مسافر نواز کیلئے تجویز کئے جاسکتے ہیں، کیا اس کے بعد کائنات اور اس کا مرتب نظام ایک فعل عبث، امر باطل، شغل لایعنی سے زیادہ کوئی رتبہ حاصل کرسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

لیکن الحمدللہ کہ بجز دیوانوں کے جن کا اثر صرف ابلہوں تک محدود ہے عالم نے اس خیال کو جھٹلایا، اور ہمیشہ اکثریت نے اس کو جنون اور ہذیان قرار دیا، بنی آدمؑ کے برگزیدہ نفوس بے لوث اور گرامی ہستیوں نے جب کبھی نظام تکوینی کے اس مرتب و منسق سلسلے کو دیکھا تو اُن کی مقدس روحوں سے غیبی آوازوں میں یہ صدا آئی۔

ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النھار لآیات لاولی الالباب (الی ان قال) ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک (باری عز اسمہ)

بلاشبہ آسمان وزمین کی پیدائش اور رات دن کے الٹ پھیر میں کثرت سے نشانیاں ہیں، ان لوگوں کیلئے جنکے اندر مغز عقل ہے، (وہ اُن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے ان چیزوں کو بیکار پیدا نہیں فرمایا: کہ تیری ذات لغویت) سے پاک ہے۔

ہاں! یہ قطعاً غلط ہے کہ جس نے میرے گوشت کے لوتھڑوں اور ہڈیوں کی پرورش، نشوونما کیلئے، یہ کچھ سامان کیا ہے، اس نے میرے لئے میری ذات کے لیے کچھ نہیں کیا، ہو نہیں سکتا کہ جس نے محض میرے جوتے کی گرد پونچھنے کے لئے طرح طرح کی چیزیں مہیا فرمائی ہوں، اس نے خود میرے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔

بلاشبہ ہم کو یہ واثق یقین کرنا چاہیئے کہ اس فیاض ہستی نے اس چیز کو بھی ضرور پیدا کیا ہے جن کی طرف میرا جوتا اور میری چھڑی نہیں بلکہ خود میں محتاج ہوں، میری ذات محتاج ہے میری حقیقت محتاج ہے۔

جن کا سراغ مواد کے ذخیروں میں نہیں ملتا، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو اس ذخیرے میں نہیں ہے، وہ واقع میں بھی نہیں ہے تو کیا قدرت اس قدر عاجز ولاچار ہے کہ اس کی ساری ایجادی زور آزمائیوں کا دائرہ اسی کثیف مادے تک محدود ہے کیا وہ اس سے زیادہ لطیف زیادہ نفیس زیادہ پاکیزہ چیز نہیں پیدا کرسکتی، جس کو ہمارے جسم سے نہیں، بلکہ ہماری لطیف ذات سے مناسبت ہو اس مادی ذخیرے میں جتنی چیزیں ہیں، ان کا ڈانڈا، فقط میرے مادۂ جسدی سے مل سکتا ہے لیکن جس چیز کی ضرورت میرے گوہر پاک کو ہے اگر وہ ان تاریک وظلماتی ڈھیروں میں نہیں ملتی، تو کوئی حرج نہیں، کہ وہ اس میں مِل بھی نہیں سکتی۔ مگر پھر بھی اگر وہ مادی کائنات کے دائرہ میں نہیں، تو روحانی کائنات کے دائرہ میں ضرور ہے کیونکہ ہم بھی اسی کائنات میں ہیں اس لئے کہ اس کو بھی اسی کائنات میں ہونا چاہیئے۔

☆ ☆ ☆

نازک احساس والوں نے آخر اسے ڈھونڈا، اور اسی کائنات کے احاطہ میں پالیا، حتیٰ کہ آخر میں یہ ان ہی کا اعلان ہے کہ یہ امر مقدس قدرت کی فیاضیوں کا وہ پاک سلسلہ ہے جس کو ہم کبھی وحی کبھی نبوّت کبھی رسالت کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

کمزور بھیجوں کے انسان کہتے ہیں کہ ان ضرورتوں کے لئے ہم قدرت کی طرف سے بے نیاز ہیں، ان

حاجتوں کو خود ہمارا دماغ پورا کرسکتا ہے اور کرتا ہے لیکن جو انسان اپنی ایک معمولی پھنسی کے لئے قدرت کی طرف ہاتھ پھیلانے کیلئے مجبور ہے، وہ کس طرح مدعی ہوسکتا ہے کہ اس کے جسم میں نہیں، بلکہ خود اس کے اندر جو گھاؤ ہیں، اُن کو وہ بغیر تائید قدرت کے اچھا کر لے گا۔ اگر اس پر بھی وہ مصر ہے تو اس دیوانے کو چھوڑ دو تا کہ اس کا زخم زخم بوزینہ بن کر رہے، وہی اسی کے اندر تڑپے، پھڑکے، مربھی نہیں سکتا کہ یہ پھوڑا اسکے جسم میں نہیں بلکہ اسکی جوہر ذات میں ہے انسان اپنے جسم کو چھوڑ سکتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو اپنے سے کس طرح علیحدہ کر سکے گا۔

لیکن ایک عقلمند یہ کبھی نہیں کرسکتا، وہ جب اپنی مونچھ کے بالوں کو تراشنے کیلئے بھی لوہے کی کان میں جھانکنے کیلئے اپنے کو مجبور پاتا ہے تو پھر اس کی سمجھ میں یہ کس طرح آسکتا ہے کہ اپنی ذات کی غیر فطری صفحات کی قطع و برید کے لئے قدرتی چیزوں سے بے نیاز ہے، وہ جس سے اپنی جسدی ضروریات کو مانگتا اور اس سے مانگنے میں نہیں شرماتا۔ اسی سے اپنی ذاتی حاجات کو بھی طلب کریگا۔ اور طلب کرتا ہے اور پاتا ہے، کامیاب رہتا ہے اور کامیاب جاتا ہے اور ہمیشہ کامیاب رہے گا۔ اولئک هم المفلحون. یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس کی نگین ہستی پر ہمیشہ کے لئے منقوش کردیا جاتا ہے۔

بہرحال بات کہاں سے کہاں پہونچی، میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس طرح ہیکل جسمانی کے لئے مواد کا ایک اجمالی ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے جس کو ہم مادی'' کائنات کہتے ہیں اور روزمرہ اپنی جسمانی ضرورتوں کو اسی سے نکال نکال کر پوری کر رہے ہیں، ٹھیک'' ''اسی طرح سلسلۂ موجودات میں ایک ایسی چیز بھی ہے جو ظاہراً اُسی طرح مجمل ہے جس طرح مثلاً ''زمین'' کا مادہ لیکن جب سوچنے والوں اور دینے والوں نے اس کی تحلیل و تفصیل کی تو انسانوں کے لئے ان منافع کا ایک دریا بہہ پڑا جن کا تعلق انسان کے جوہر ذات اور اصل حقیقت سے ہے اور اسی سلسلہ کو ہم ''روحانی کائنات'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی مقدس سلسلۂ فیوض نے آغاز آفرینش بنی آدم سے ہمیں بتایا کہ مواد کے استعمال کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ہم ان کو بجائے خون ریزی، شر انگیزی، جنگ وقتال کے، اپنی سلامتی اور امن و آسائش کا ذریعہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔

سچی مدنیت، پاکیزہ تمدن مسرّت افزا حضارت، کیونکر پیدا ہوسکتی ہے اجتماع افراد کو مفاسد، خباثت، شرارت، اور بے چینی کے زہروں سے کس طرح مصفا کیا جاسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

پھر اسی قدوس فیض قدرت نے ہمیں سمجھایا کہ جب ہم اس زمین کو چھوڑیں گے تو پھر ہم کہاں جائیں گے اور وہاں پُرامن زندگی سلامتی اور راحت کے ساتھ کیوں کر مل سکتی ہے۔

اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کائنات کی اصلی غرض کیا ہے مواد کا اتنا طویل وعریض جال کس لئے بچھایا گیا

ہے اور انسان اس پر کس لئے قابض ہے کائنات اگر اس کے لئے ہے تو وہ خود کس کے لئے ہیں ہم نے قدرت کی اس رحمت عامہ کو پہچانا، اس کو جانچا، دیکھا سمجھا، اور اسی کے بعد، وہ تمام نجس باتیں برباد ہوگئیں جو قدرت کی تنگ نظری یا عبث کاری کے متعلق ناپاک کھوپڑیوں میں پیدا ہوتی تھیں۔

اس کی رحمت عام، اس کا فیض محیط، اس کی خبر گیری ہمہ گیر نظر آئی، اس نے میرے جوتے کی بھی خبر لی ہے، اس نے میرے بال سنوارنے کا بھی سامان کیا، اس نے میرے ناخن تراشنے کے لئے بھی چیزیں دیں، اور اسی کے ساتھ اس نے خود میری اصل ذات کے لئے جو کچھ بھی چاہئے تھا، سب کچھ دیا، اور سیر چشمی کے ساتھ دیا اہتمام کے ساتھ دیا۔ وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها ۰ (حق سبحانہٗ تعالیٰ)

اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو گن نہیں سکتے۔

اور یہی پیغام ان والا صفات، گرامی سمات، بے غرض مقدسین کا ہے جن کو ہم ''انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات'' کے مطہر عنوان سے یاد کرتے ہیں، صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کائنات کے اس سلسلہ کا ظہور کبھی نوح علیہ السلام، کبھی ابراہیم علیہ السلام، کبھی موسیٰ علیہ السلام، یا اسی قسم کے دیگر برگزیدہ ارواح کے ذریعہ سے ہوا، اور پھر اخیر میں وہ ایک نہایت مضبوط اور مستحکم اصولوں کے ساتھ بنی آدم کے فرد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ کے قلب قدس سے بیابانِ فاراں میں قرآن کے فطرت آراء بصیرت افروز شکل میں چہرہ پرداز ہوا، جیسا کہ خود ''اسی نور مبین'' کی روشنی میں ہم پڑھتے ہیں:

شرع لكم من الدين ماوصى به نوحا والذى اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى وعيسى ۰ الآية۔ (حق سبحانہٗ وتعالیٰ)

تم لوگوں کے لئے وہ راہ خدا نے مقرر کی جس کی وصیت نوح کو کی گئی اور جس کو (اے پیغمبر) ہم نے تم پر اتارا، اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو کی۔

روحانی منافع کا یہ ذخیرہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ہمیشہ ایک رہا ہے لیکن زمانہ کی تغیرات وتبدلات کے اعتبار سے اس میں بعض جزئی محاسن واوصاف کا اضافہ ہوتا رہا، یہانتک کہ ایک وقت وہ آیا، اس معدن میں جن جن چیزوں کا پیدا ہونا ضروری تھا سب پیدا ہوگئیں، اور ہر حیثیت سے بنی آدم کے اعالی وادانی کیلئے کافی ووافی کامل واکمل ہوکر ایک اکمل ترین روح کے ذریعہ سے نسل آدم کو سونپ دیا گیا، اور الحمد للہ کہ وہ اپنے تمام محاسن وجمال کے ساتھ اس وقت موجود ہے۔

لیکن میں کہہ آیا ہوں کہ قدرت نے ہم کو جو کچھ بھی دیا ہے، محض مجمل دیا ہے اصل شئ وہیں سے آئی ہے خواہ روحانی ہو یا مادی، باقی انکی تشریح وتفصیل یہ انسانی کوششوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

میں نے کہا تھا کہ باوجود اس بات کے کہ اسی زمین میں ہماری تمام ضرورتیں پوشیدہ اور مستور ہیں لیکن ان ضرورتوں سے ہم اس وقت تک مستفید نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اس کے اندر غور نہ کریں اپنی ادراکی اور تفتیشی قوتوں کو اس کے اندر غرق نہ کریں۔

بجنسہ قرآن کا بھی یہی حال ہے کہ ظاہراً وہ بالکل ایک مختصر سی کتاب اور نہایت ہی مجمل سی چیز نظر آتی ہے لیکن روحیں اسی میں ڈوبتی ہیں، گھستی ہیں حتیٰ کہ جب نکلتی ہیں تو کوئی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہو جاتا ہے کوئی امام اعظم ابوحنیفہ بنتا ہے، کسی کو غوث اعظم کا رتبہ ملتا ہے کسی کو حجۃ الاسلام غزالی اور مولائے مثنوی کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

اور میں تم کو کیا بتاؤں کہ کیا دیکھتا ہے، اور دیکھ کر کیا بنتا ہے، وہ اس کے اندر جا کر کیا سمجھتا ہے اور پھر اس سے کیا نکالتا ہے جو اس میں نہیں پڑا وہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے متعلق بہت کم اندازہ کر سکتا ہے۔

کم از کم اسی مثال سے سمجھو کہ ظاہراً اس پانی میں تمہیں کیا بجلی نظر آتی ہے لیکن جس نے غوطہ لگایا اسی نے اس میں اس کو پایا، بہرحال میں نہایت تفصیل سے بتاتا آیا ہوں کہ مجمل مادہ میں ظاہراً کچھ نہیں لیکن سوچنے والے وہ سب کچھ اسی سے نکال لیتے ہیں جن کا تعلق مادہ انسانی سے ہے۔

پس اسی طرح گو تم کو قرآن کے چند گنے گنائے اوراق میں شاید کوئی زیادہ اہمیت خیز شئے نظر نہ آئے، اگرچہ یوں بھی وہ کس کو بغیر تڑپائے چھوڑتا ہے؟ تاہم قرآن چونکہ قدرتی چیزوں سے ہے، اسلئے وہ کوشش اور سعی کو دعوت دیتا ہے ہر شخص اپنی کوشش کی مقدار سے اس سے حصہ پائیگا جس طرح مادہ کے اسرار میں بھی جو جتنی کاوش کرتا ہے پاتا ہے۔

قرآن کی اس قدرتی اجمال کی طرف، جو ہر ایک قدرتی شئے میں نمایاں طور پر نہیں ہے، خود مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں اشارہ فرمایا:

لاتشبع منه العلماء و لایخلق علی کثرة الرد و لاتنقضی عجائبه ۰ (رواہ الترمذی)

اہل علم (دانش) اس سے (قرآن سے) کبھی سیر نہیں ہو سکتے وہ کثرت سے بار بار دہرانے کے بعد بھی کبھی پرانا نہیں ہو سکتا اس کے عجائبات بھی ختم نہیں ہو سکتے۔

دیکھو! ٹھیک جس طرح دنیا اس زمین کی پیداواروں سے کبھی سیر نہیں ہو سکتی مادہ کے ایک راز کے انکشاف کے بعد طبعاً متجسس طبائع دوسرے اسرار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور کسی طرح اس سے نہیں گھبراتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے متعلق بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے علم کے متلاشی کبھی سیر نہیں ہو سکتے کہ اس کے ہر ناموس (راز) کے بعد دوسرا ناموس اپنی طرف بلاتا ہے۔

تم دیکھ رہے ہو کہ خدا جانے کتنے زمانہ سے انسان اس مٹی کو کرید کرید کر منافع حاصل کر رہا ہے ہر سال اسی

زمین کو جوتتا ہے اس میں دانے ڈالتا ہے فصل کاٹتا ہے لیکن پھر چند ہی مہینوں کے بعد، اس کے ہل، بیل اسی زمین پر موجود نظر آتے ہیں، غرض یہ ہے کہ باوجود اس الٹ پھیر کے، یہ زمین کسی طرح پرانی نہیں ہوتی ٹھیک یہی قرآن کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ یہ جتنی دفعہ دہرایا جائے گا پرانا نہیں ہوگا، اور ہمیشہ نئی فصل اس سے ہاتھ لگتی رہے گی، اسی لئے آپ نے ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا:

نعم الحال المرتحل .

کیا اچھا ہے کہ وہ شخص جو اترنے کے بعد پھر سوار ہو جاتا ہے (یعنی) قرآن ختم کرنے کے بعد پھر شروع کر دیتا ہے۔

پھر دیکھو! مادہ کے عجائبات مادی ضرورتوں کیلئے کبھی ختم نہیں ہوسکتے نت نئی چیزیں روزانہ ابل رہی ہیں۔

پس وہ چیز جو روح ہے اس کی عجائبات بھی روحانی منافع کے باب میں کبھی ختم نہیں ہوسکتے جیسا کہ ابھی ارشاد نبوی میں گذر چکا کہ ''اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔''

اور یہی نہیں اس قدرتی مادے کے حالات وکوائف، خصائص واوصاف پر ہم جہاں تک غور کرتے ہیں۔ اسی سے اُس قدرتی روح کی بھی شرح ہوتی چلی جاتی ہے۔ تم دیکھتے ہو، کہ کبھی کبھی اس مادی کائنات کے بعض اجزا میں سخت بے ربطی نظر آتی ہے مثلاً ایک مدت تک یہ دیکھا جاتا تھا کہ سمندر میں جزر ومد چاند کی زوال وکمال کے ساتھ پیدا ہوتا ہے لیکن اسرار مادی کی تلاش کرنے والوں پر بالکل نہیں کھلتا تھا، کہ آخر ان دونوں میں کیا ربط ہے، حتیٰ کہ سوچنے اور غور کرنے کے بعد آخر یہ راز فاش ہوگیا۔ اور عام طور سے مشہور ہے۔

اسی طرح، بارش، آفتاب، مون سون، سمندر، ان چیزوں میں مدتوں بے ربطی نظر آتی رہی، لیکن اب سمجھا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ مضبوط ربط اور کسی چیز میں بھی نہیں۔

اور اسی پر کیا موقوف ہے، بعض مسخروں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ میاں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کو مٹھی میں بھر کر فضائے آسمانی میں چھڑک دیا، کہ ان میں کوئی نظام نہیں ہے، لیکن علم النجوم کے ماہرین سے جاکر پوچھو! کہ وہ کیا کہتے ہیں، کیا اس سے زیادہ مرتب نظام وہ کہیں اور پاتے ہیں؟

ٹھیک اسی طرح ہم کبھی کبھی ''روحانی کائنات'' (قرآن) کے بعض اجزاء میں سخت بے ربطی محسوس کرتے ہیں، اور چونکہ اس کو مصنوعی کلام پر قیاس کیا جاتا ہے اس لئے بسا اوقات کوئی ربط پیدا نہیں ہوتا، لیکن احبار اسلام جو قرآن کو انسانی کلام پر نہیں بلکہ اسی جیسے دوسری کائنات پر قیاس کرتے ہیں تو ان کے سامنے تمام اسرار اسی ربط کے دریافت کرنے میں مستور نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ جس طرح آج کائنات مادی کی بنیاد وحدت پر قائم کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ گو بادی النظر میں یہ تمام چیزیں جدا جدا نظر آتی ہیں لیکن واقع میں یہ سب ایک ہی زنجیر میں جکڑی ہوتی ہیں۔

یہ دعویٰ علماء قرآن کا بھی ہے۔

مادہ کا متلاشی کہتا ہے کہ ہمارا سارا فلسفہ یہی ہے کہ مادی موجودات کی باہمی ربط کو دریافت کرلیں۔

اسی طرح روح کا متجسس کہتا ہے کہ ہمارا سارا علم یہی ہے کہ روحانی موجودات (یعنی آیات قرآنی) کے باہمی ربط کا پتہ چلالیں۔

بہر حال ان کا دعویٰ یہی ہے کہ قرآن کوئی انسانی تالیف اور بشری صناعت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک قدرتی حقیقت ہے، پس اسے ہمیشہ اسی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہئے، جس سے اور قدرتی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ اس کو اسی طرح پڑھنا چاہئے جس طرح ہم اس مادی صحیفہ فطرت کو پڑھتے ہیں۔

اس کی ہر آیت کو ایک مستقل وجود اسی طرح قرار دینا چاہئے، جس طرح اس مادی کائنات کے ہر موجود کو قرار دیا گیا ہے، اور جس طرح مادی کائنات کے خاص خاص موجود کے لئے خاص خاص، علم بنائے گئے۔ مثلاً درخت کیلئے ایک خاص علم ہے۔ پانی کا ایک خاص فن ہے۔ الی غیر ذلك .

اسی طرح قرآن کی ہر آیت بھی یہی چاہتی ہے کہ اس کے ماننے والے اس کی ہر آیت کے لئے ایک مستقل فن بنائیں۔

اور اسی طرح ہم اس ''روحانی کائنات'' کے فوائد سے اسی طرح متمتع ہو سکتے ہیں، جس طرح ''مادی کائنات'' کے منافع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

وہ ایک مستقل عالم ہے اور اسی لئے قرآن کے لئے ان تمام لوازم، کی جستجو کرنی چاہئے جن کی تلاش ہم مادی عالم میں کرتے ہیں۔

حتی کہ اس بنیاد پر بلا کسی خوف و تردید کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح اس مادی عالم کے بعض اجزاء سے ہمارے جسد استخوانی کو کبھی کبھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حال ''روحانی کائنات'' کی ہستیوں کا ہے، ایسا ہوتا ہے اور بسا اوقات ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اسی کے بعض اجزاء سے بجائے کسی نفع کے حقیقت انسانیہ و روح کو ضرر اور ضرر عظیم پہنچ جاتا ہے اسی کی طرف خود قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے:

یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا (رب حکیم)

اسی قرآن سے بہت سی (روحوں) کو خدا گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو سیدھی راہ پر لے چلتا ہے۔

لیکن العیاذ باللہ، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان اجزاء اور آیتوں کو خداوند رحمٰن نے ضرر پہنچانے کیلئے اتارا ہے کیوں کہ اس کا امکان ''روحانی کائنات'' میں تو خیر اس ''مادی کائنات'' میں بھی نہیں۔

بلکہ اصل یہ ہے کہ ِ اس عالم میں ہو، یا اُس عالم میں، اصل ذات کے اعتبار سے، نہ کوئی چیز بیکار ہے اور نہ

مضر،لیکن اسی کے ساتھ ہر چیز کے استعمال کا ایک قانون اور خاص طریقہ ہے مثلاً فرض کرو کہ اس عالم میں اُپلے بھی ہیں، گیہوں بھی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بیکار یا مضر ہے لیکن فرض کرو کہ کسی نے اپلے کو رکابی میں چور کر کھانا شروع کیا۔ اور گیہوں کو ایندھن میں جھونک دیا۔ تو یہ قصور نہ اُپلے کا ہوگا نہ گیہوں کا بلکہ یہ طریقہ استعمال کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

اور یہ تو ایک مثال ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو ہر چیز کے استعمال کا طریقہ معلوم ہے ان کے نزدیک اس عالم کی کوئی چیز نہ بیکار ہے اور نہ مضر، وہ سب ہی کو مفید سمجھتے ہیں اور حسب استطاعت ہر ایک سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس قرآنی ''کائنات'' (آیات) سے اگر بجائے ہدایت کے کسی میں ضلالت کے جراثیم پیدا ہوں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ اس آیت کا قصور نہیں ہے بلکہ اس احمق کی جہالت اور علمی سرکشی کا نتیجہ ہے۔ خود منزل قرآن جل شانہ نے اسکی تصریح ان لفظوں میں فرمائی: وما یضل به الا الفاسقین اور قرآن سے خدا نہیں گمراہ کرتا، مگر محض فاسقوں کو۔

جو ان روحانی کائنات کے طریقہ استعمال اور قانون تناسب سے واقف نہیں ہے اور وہ ان فطرتی حدود کی جو ہر ایک آیت کے استعمال کے لئے مقرر ہے، پرواہ نہیں کرتا اسی کو فاسق کہتے ہیں۔ اس لئے اگر ان نادانوں کو قرآن سے کوئی نقصان پہنچا، تو یہ اُن کے ہی نقص کا خمیازہ ہے۔ ولا یحیق المکر السیء الا باهله .

اور یہی نہیں، بلکہ تم دیکھتے ہو کہ کبھی کبھی ہمارا ہیکل جسمانی کچھ اس طرح مریض ہو جاتا ہے کہ مادی عالم کا ہر جزء اور اس کی ہر ایک چیز جسم کے لئے مضر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ دنیا کی مفید سے مفید چیزیں ایسے وقت میں انسانی جسد کے لئے زہر قاتل کا کام انجام دیتی ہے۔

ٹھیک یہی حال اس ''عالم روح'' کا بھی ہے کہ کبھی نہ صرف اس کی بعض آیتیں بلکہ مسلم قرآن ان لوگوں کے حق میں سم قاتل ہو جاتا ہے، جنھوں نے اپنی روحانی صحت برباد کرلی ہے اس مسئلے کو خود قرآن نے واضح کیا ہے۔

واذا ما انزلت سورة فمنهم من یقول ایکم زادته هذه ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتهم ایمانا و هم یستبشرون و اما الذین فی قلوبهم مرض فزادتهم رجسا الی رجسهم وماتوا وهم کافرون. (رب رحیم عزیز)

اور جب کوئی سورۃ اتاری جاتی ہے تو ان میں کچھ ایسے ہیں، جو کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کس کے اندر اس سورۃ نے ایمانی قوت کا اضافہ کیا۔ پس ایمان والوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کے ایمان میں اس سے بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور اپنی اس (روحانی مسرت) پر ایک دوسرے کو خوشی کا پیغام سناتے ہیں، مگر وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے تو پھر یہی سورۃ ان کی نجاست پر نجاست کا اضافہ کرتی ہے وہ مر جاتے

ہیں اور کافر مر جاتے ہیں۔

بہر حال آیت قرآنی سے اگر کسی کی نجاست پر نجاست کا اضافہ ہوتا ہو، تو اس میں قصور اس شخص کا ہے جس نے حدود اللہ کی حفاظت نہ کی، اور ہر طرح کے خیالات کو بغیر کسی آئین و قانون کے اپنے اندر اتارتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ان ہی بے اعتدالیوں نے آخر اس کی صحت برباد کر دی، اور جس کی صحت خراب ہو جاتی ہے کیا شبہ ہے کہ اس کے حق میں اعلیٰ سے اعلیٰ مفید سے مفید چیزیں بھی بد سے بدتر ہو جاتی ہیں۔

اور اسی لئے دونوں عالم کے موجودات سے فائدہ اٹھانے کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ انسان کے اندر صحیح اور سچی قوت ممیّزہ ہو، اور پھر ہر موجود کے طریقہ استعمال سے بھی واقف ہو، ممکن ہے کہ بعضوں میں یہ قوت تمیزی فطری طور پر موجود ہو، لیکن اکثر افراد انسانی اس کیلئے اکتساب و تعلیم کی طرف محتاج ہیں خواہ وہ کسی مدرسہ میں ہو، یا جاننے والوں کی محض صحبت میں خصوصاً ''روحانی کائنات'' کی چیزیں چونکہ بہت زیادہ لطیف اور بہت زیادہ دقیق و نازک ہیں۔ اس لئے اس کے حدود منازل طرق استعمال، کے علم کیلئے، روحانی بصیرت اور دلی تنویر کی ضرورت ہے، جو بغیر کسب و ریاضت کے مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

اسرار و حقائق کا یہی پاک سلسلہ ہے جو درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا۔ اخیر میں اسلام کے اس طائفہ منصورہ کے یہاں علیٰ وجہ الکمال بے نقاب ہو جاتا ہے جن کو ہم لوگ صوفیہ کرام اور اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ اور خاص اصطلاح میں ان کا سچا نام صدیقین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم و رضوا عنہ کثر اللہ وجودھم فی الاسلام و المسلمین فانھم دعائم الدین و ارکانہ۔

حواشی

۱۔ اس آیت میں نباتات کی تینوں قسم کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بیل کھیتیاں درخت پھر ادھر اشارہ کیا گیا' کہ ایک ہی زمین مین ایک ہی پانی میں پرورش پانے کے بعد وہ کون سی قوت ہے جو ان میں مختلف ذائقہ پیدا کر دیتی ہے کسی میں ترشی' کسی میں شیرینی' کسی میں روغن' کسی میں تلخی وغیرہ۔

۲۔ اور تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے وہ تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو زمین میں ہیں۔

۳۔ و کذلک اوحینا الیک روحا من امرنا کی آیت میں خدا نے قرآن کو روح فرمایا۔۱۲

پروفیسر قاضی حلیم فضلی
مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی

قرآن کریم اور ہم۔قرآن کا اعجاز

انا انزلنا فی لیلة القدر وما ادراک مالیلة القدر۔ لیلة القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکة والروح فیھا باذن ربھم من کل امرِ سلام۔ ھی حتی مطلع الفجر

ترجمہ: قرآن کریم ہم نے قدر و قیمت کی رات کو نازل کیا۔اے پیغمبر تم کیا جانو قدر و قیمت والی رات کیسی رات ہے۔یہ وہ رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔جس میں ملائکہ اور روح اللہ کے حکم سے اترتے ہیں۔اور اللہ کے حکم سے اور انسانی معاملات کے فیصلے لے کر آتے ہیں۔یہ سلامتی کی رات صبح طلوع فجر تک رہتی ہے۔

مندرجہ صدر آیت یا سورہ کی تشریح میں صرف اسی قدر بیان مقصود ہے کہ۔ ہزار ماہ کا کل عرصہ ۸۳ سال چار ماہ بنتا ہے۔ جو تقریباً کسی انسان کی اوسط عمر ہوتی ہے۔یعنی اگر کوئی شخص لیلة القدر کی رات اپنے اللہ کی بندگی میں گزارے تو گویا اس نے اپنی تمام عمر ۸۳ سال ۴ ماہ عبادت میں گزار دی۔ دوسرے لفظوں میں خداوند تعالیٰ کی قرب کا فاصلہ تریاسی (۸۳) سالوں میں کوئی اپنی عبادت کے ذریعے طے کرسکتا ہے وہ صرف ایک رات کی بندگی میں طے ہوجائے گا۔

قرآن کریم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں نازل ہوا' مستند اور قریبی صحابہ کرام ستائیسویں کی رات کو نزول قرآن کی رات قرار دیتے ہیں۔ کسی اللہ کے بندے نے ستائیسویں کی رات کے نزول کو یوں ثابت کیا ہے۔ سورۃ قدر میں ''لیلة القدر'' کے حروف نو ہیں اور یہ لفظ تین دفعہ اسی سورت میں آیا ہے۔اگر ۹ حروف کو ۳ سے ضرب دیں ۹×۳=۲۷ آتا ہے۔ثابت ہوا ہے قرآن کریم کے نزول کی رات اور ہزار مہینوں سے بہتر رات رمضان شریف کی ستائیسویں رات ہے۔

قرآن کریم کی عظمت واحترام: یہ تو بہرحال واضح ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے' جسے قرآن کریم کے پہلے جملے میں بتادیا کہ اس کتاب کے۔اللہ کی کتاب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔اس کی تعلیمات واحکامات ہر شک وشبہ سے بالا ہیں۔شکوک وشبہات ان کے احترام کی راہ میں حائل ہوسکتے ہیں اور احکامات کی تعمیل بھی شک وشبہ کی نذر ہوسکتی ہے۔

قرآن کے متعلق قرآنی احترام کی تاکید: فی صحف مکرمة مرفوعة بایدی

سفرۃ کراما بررۃ قرآن کریم کے اوراق عزت والے بلند مقام کے حامل ہیں یہ پاک اور عزت والے ہاتھوں سے لکھا گیا ہے۔ پھر فرمایا۔انہ لقرآن کریم۔یہ قرآن عزت والی کتاب ہے۔ لا یمسّہ' الا المطھرون اسے پاک ہوکر چھوا جائے۔قرآن کریم کو اس احساس کے ساتھ پڑھا جائے یہ خدا کا کلام ہے۔پاک اور عزت والے نبیؐ پر اترا ہے۔اس کا ایک ایک حرف ایک ایک نقطہ اور ایک ایک حکم سچا ہے۔اسے بلند مقام پر رکھا جائے' سب کتب سے اوپر رکھا جائے۔اس کی طرف پیٹھ نہ پھیری جائے' پس پشت نہ ڈالا جائے اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے جائیں۔جب قرآن کریم کو پڑھا جائے تو خاموشی سے سنا جائے' تا کہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔فاذا قرئ القرآن سمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ہر امت کو عزت وشرف بخشا گیا۔میری امت کا شرف قرآن کریم ہے' یہ لوح عرش پر محفوظ اور سینوں میں بند ہے۔سب علوم کا خزانہ ہے جتنا پڑھا جائے اکتاہٹ نہیں ہوتی۔اتل ما اوحی الیک من الکتاب۔یتلونہ' حق تلاوتہ۔رتل القرآن ترتیلا۔ فاقرؤ وباتیسلر منہ۔ یہ سب جملے قرآن کریم کی تلاوت کی تائید کرتے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا بہترین انسان وہ ہے جو قرآن کریم پڑھے اور پڑھائے۔ویسے قرآن کریم کی تلاوت پر ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں اور نماز میں پڑھا جائے تو ۲۵ نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔قرآن کریم میں حروف کی تعداد 322670 ہے انہیں 10 یا 25 سے ضرب دے دیں تو ثواب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دنیا میں عرصہ بعد ہر زبان میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور آئی ہیں' جافرے' چوسر اور شیکسپئر کی ادبی زبانوں کو آج کوئی نہیں سمجھتا۔اور نہ اردو کے ولی دکنی امیر خسرو' غالب اور میر تقی میر کو کوئی سمجھ سکتا ہے۔آج اردو کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔لیکن پندرہ یا سولہ سو سال گزرنے کے باوجود قرآن کی زبان کی مٹھاس شیرینی تراتیب' محاورات وانداز بیان میں کوئی کمی نہیں آئی۔وہی حسن تناسب' پرتاثیری' ترنم اسی طرح باقی ہے۔

قرآن کریم سے ہدایت صرف متقی پرہیزگار کو ہی ملتی ہے۔سیاہی چوس ہی سیاہی کو جذب کرتا ہے۔ مقناطیس ہی لوہے کو کھینچتی ہے۔زرخیز زمین ہو تو بارش وہاں گل وگلزار کھلا دیتی ہے۔لیکن یہی بارش گندگی کے ڈھیر پر ہو تو بدبو اور تعفن پھیلاتی ہے۔ابوسفیان' ابوجہل' اخنس' ابن وہب الشقی حضورؐ کی تلاوت' چھپ چھپ کر سنتے تھے مگر اپنا اندر ستھرا نہ تھا' جن کا اندر ستھرا تھا مثلاً ابوبکر صدیقؓ ابوذر غفاریؓ اور ہزاروں صحابہ کرام کے گل گلزار قرآن کریم نے کھلا دیئے جن کی مہک آج بھی رہتی دنیا تک رہے گی۔

قرآن کریم کے اعجاز: ۱۔ قرآن کریم الشھر۔مہینہ۔کا ذکر بارہ جگہ آتا ہے۔جو سال کے بارہ مہینوں کی بنیاد بنا۔اسی طرح الیوم۔دن کا ذکر ۳۶۵ دفعہ آیا ہے۔گویا قرآن کریم کی یہ تعداد عیسوی کیلنڈر کی بنیاد بنی۔

۲۔ قرآن کریم کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔جس کے انیس حروف ہیں۔انیس حروف کا یہ مجموعہ چار الفاظ پر مشتمل ہے۔بسم۔اللہ۔الرحمان۔الرحیم ان میں سے ہر لفظ جتنی بار قرآن کریم میں آیا ہے وہ تعداد انیس پر تقسیم ہوتی ہے۔مثلاً اسم پورے قرآن کریم میں ۱۹ بار آیا ہے اور انیس انیس پر پورا تقسیم ہوتا ہے۔۱۹÷۱۹=۱۔ اسی طرح لفظ اللہ قرآن کریم میں ۲۶۹۸ بار آیا ہے جو ۱۹ پر پورا تقسیم ہوتا ہے۔۲۶۹۸÷۱۹= ۱۴۲

۳۔ اسی طرح الرحمٰن قرآن کریم ستاون بار آیا ہے یہ بھی انیس پر تقسیم ہوتا ہے ۵۷÷۱۹×۳=۵۷

۴۔ الرحیم پورے قرآن کریم میں ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے یہ بھی ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے ۱۱۴÷۱۹×۶=۱۱۶

۵۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جملہ اعداد۔بسم۔اللہ۔الرحمٰن۔الرحیم کا مجموعہ ۲۸۸۸÷۱۹=۱۵۲

۶۔ قرآن کریم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں ہر صورت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے۔سوائے سورہ توبہ کے مگر یہ کمی سورہ نحل میں بسم اللہ آ جانے سے پوری ہوتی ہے۔سورتیں ۔۱۱۴÷۱۹×۶=۱۱۴

قرآن کریم کی فضیلت، تکریم و تعظیم اور اس کے اعجاز کی اس تفصیل کے بعد بطور موازنہ و مقابلہ دیکھئے کہ دوسرے مذاہب والوں میں انہیں اپنی مذہبی کتب کے احترام میں کس قدر اہتمام و سنجیدگی تھی۔

۱۔ ۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے کہ دسولہ سے ہوشیار پور جانے والی سڑک ہر دو سکھ بڑے بڑے ڈنڈوں پر جھاڑو باندھے ہوئے سڑک صاف کرتے جاتے تھے، ان کے پیچھے دو سکھ عطر کا چھڑکاؤ کر رہے تھے، اور لوگوں کو بڑے ادب واحترام کے ساتھ سڑک سے پیچھے ہٹنے کا کہہ رہے تھے۔ان کے پیچھے چار سکھوں نے پالکی اٹھا رکھی تھی جس کی جھولداری طلائی تاروں سے کندہ کاری کی ہوتی تھی۔دو معزز سکھ گرد وغبار اور سکھوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مورچھل ہلاتے جا رہے تھے۔اس پالکی میں ان کی مذہبی کتاب گرنتھ تھی جسے کہیں لئے جا رہے تھے۔سکھوں کی یہ کتاب ''گورونانک'' کی دستی تحریر تھی جو چھوٹی چھوٹی پوتھیوں، نظموں، پر مشتمل تھی یعنی الہامی کتاب نہیں مگر عزت واحترام حد سے بڑھ کر ہے۔

۲۔ ایک عیسائی عورت بہت بڑے مسلمان سردار کی ملازمہ تھی، ایک دن سردار کی بیٹی کے سونے کے کڑے گم ہوگئے جو بقول سردار صاحب بیس ہزار کے تھے۔کڑوں کی چوری کا الزام سردار نے عیسائی بیوہ عورت پر لگا دیا۔عیسائی بیوہ نے ہر طرح اپنے بے گناہ ہونے کی فریادیں کیں۔مگر سردار راضی نہ ہوا اور کہا کہ یہ عورت انجیل پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائے کہ اس نے چوری نہیں کی تو اعتبار کرلیا جائے گا۔......اس گاؤں میں کافی گھر عیسائیوں کے بھی تھے۔تمام عیسائی اکھٹے ہوگئے۔انہوں نے دو ہزار روپیہ فی گھر چندہ اکھٹا کیا اور سردار کو دے کر کہہ دیا کہ ہم جان دے سکتے ہیں لیکن اپنی جان اور مال بچانے کے لئے اپنی مذہبی کتاب کا سہارا نہیں لے سکتے۔

۳۔ قومی اسمبلی کا ایک امیدوار مسلمانوں اور عیسائیوں کی بستی سے ووٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔لوگوں نے وعدہ تو کرلیا مگر امیدوار کو اصرار تھا کہ عیسائی اور مسلمان انجیل اور قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائیں کہ وہ ووٹ اسی کو دیں گے۔

عیسائیوں کے پادری نے انجیل پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرنے سے انکار کر دیا لیکن ووٹ اسی کو دینے کا وعدہ کر لیا۔ اسی سلسلہ میں چودھریوں، وڈیروں اور ملکوں نے لاکھ سمجھایا، ڈرایا مگر عیسائی اپنی بات پر اڑے رہے۔

پھر مسلمانوں کے معززین کی باری آئی تو انہوں نے قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دے کر پورے یقین وصداقت کے ساتھ قسم اٹھا کر ووٹ دینے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن جب الیکشن کے بعد نتیجہ نکلا تو امیدوار کی صندوقچی میں سے صرف عیسائیوں کے ووٹ برآمد ہوئے۔ قرآن کریم کی قسم کھا کر ووٹ دینے کا وعدہ کرنے والے، مسلمانوں کے ووٹ مخالف امیدوار کو ملے۔

۴۔ کسی شخص کی ''پھالی'' جو ہل چلاتے ہوئے زمین چیرتی ہے، گم ہو گئی۔ اسے جس شخص پر شبہ تھا اسے دبایا تو اس نے مسجد میں وضو کر کے قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائی کہ اس نے پھالی نہیں چرائی۔ مگر قسم کے بعد اپنے نیفے میں ہاتھ ڈال کر پھال اسے دیتے ہوئے کہا۔ ہاں لے اس پھلکوی کیلئے تم نے مجھے قسم دی ہے۔

سکھوں کی اپنی کتاب کیلئے احترام، عیسائیوں کا انجیل پر قسم نہ کھاتا اور تاوان برداشت کر لینے کے واقعات آپ نے پڑھ لئے اور اپنے قرآن کریم کیساتھ اپنے رویہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ پہلے تو قرآن کریم خود یا اپنے بچوں کو پڑھاتے ہی نہیں اور نہ یہ اہتمام کرتے ہیں ادب واحترام کا یہ حال ہے کہ جس وقت ''تربیلہ ڈیم'' کے نتیجہ میں دربند وغیرہ بستیوں کے ڈوبنے کا امکان قریب آیا تو راقم الحروف نے دیکھا کہ دربند کے لوگ گھروں کا سامان اور چھتوں کا کاٹھ تک دربند سے اوپر جہاں جھیل کے پانی چڑھنے کا امکان نہ تھا لا لا کر جمع کرتے تھے۔ گھر کے سامان میں معمولی معمولی چار آٹھ آنہ کی اشیاء بھی شامل تھیں لیکن انکے گھروں کے قرآن کریم وہ لا لا کر مسجد میں رکھتے تھے جو عنقریب ڈوب رہی تھی۔ گویا قرآن کریم گھریلو سامان کی ایک ایسی فالتو چیز تھی جسکے ڈوب جانے کا انہیں کوئی افسوس نہ تھا۔

اس کے علاوہ آپ کسی بھی مسجد شریف میں تشریف لے جائیں۔ کم از کم ہمارے علاقہ میں آپ کو مسجدوں کے طاقچوں میں پھٹے پرانے قرآن کریم کے ڈھیر نظر آئیں گے۔ قرآن کریم خدا کی کتاب ہے اور خدا کا گھر مسجد شریف ہی اس کی اصلی جگہ ہے۔ ہمارے گھروں میں یہ فالتو چیز استعمال نہیں ہوتی اور نہ ارادہ ہے۔ مساجد میں رمضان شریف کے دوران قرآن کریم سنانے والے موجودہ دور کے قاری صاحبان قطع نظر اس کے کہ وہ آنکھوں میں کاجل، دانتوں پر دنداسہ اور داڑھی وسر پر خوشبو اس طرح استعمال کرتے ہیں جیسے ٹی وی کی کوئی گلوکارہ بن ٹھن کر رہتی ہے۔ اور قرآن کریم کا حفظ ان کے اخلاق وکردار کی اصلاح میں موثر نہیں ہوتا وہ قرآن کریم کا رٹا لگاتے ہیں اور رمضان شریف میں زبان سے زیادہ کمانے کیلئے مختلف دیہاتوں کی مساجد میں قرآن سنانے کی نیکیاں وصول کرتے ہیں۔ چنانچہ ہفتے کے چھ دنوں میں ختم کر دیتے ہیں۔ یہ ہے قرآن کریم کے ساتھ ہمارا رویہ اس کے برعکس ٹی وی، ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو پر ریشمی غلاف چڑھائے جاتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

میڈیا اور دعوتِ اسلامی

مفکرین اسلام عصر حاضر کے چیلنجز سے کبھی بھی غافل نہیں رہے۔ اسی سلسلے میں ہندوستان کے نامور عالم دین اور دانشور اور بلند پایہ ادیب حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ نے بنگلور کے علمی مرکز ''دارالامور'' میں نئی نسل کے نوجوان طلباء سے اس موضوع پر سیر حاصل اور پُر مغز خطاب فرمایا۔ اور وہاں پر ایک محاضرہ دیا ان میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا کے مختلف حصوں میں دعوت اسلامی کے فریضے کی انجام دہی کا تذکرہ بھی شامل ہے یہ بات قارئین کے ذہن میں رہے کہ اس تذکرے کی نوعیت واقفیت اور آگہی کی ہے نہ کہ جواز فراہم کرنے کی۔ امید ہے کہ قارئین کرام واقفیت و آگہی کی نیت سے درج ذیل محاضرہ کا مطالعہ کریں گے۔.................(ادارہ)

طلبائے عزیز! پہلی نشت میں آپ کو میڈیا کی تاریخ، اس کی قسمیں اور اس دور میں اس کی اہمیت کی تفصیل بتائی گئی، اس سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اس دور میں میڈیا نے کتنی اہمیت حاصل کر لی ہے، اور اسلام دشمن طاقتیں اس سے کتنا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس وقت میڈیا سے صرف نظر کر کے ہم ہمیشہ ملزموں کے کٹہرے میں نظر آئیں گے، ہم اس میں مؤثر حصہ لے کر اپنا دفاع بھی کر سکتے ہیں، اور دعوت اسلامی کے کام کو بھی آگے بڑھا سکتے ہیں، ہمیں اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کو سمجھتے ہوئے اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ نیز مستشرقین نے اسلامی علوم و فنون کے میدان میں جو ایجابی اور سلبی کام کیے ہیں ہمیں ان سے بھی واقف ہونا چاہیے، بعض مستشرقین نے علمی خدمت کی ہے تو دوسرے مستشرقین نے اپنی متعصبانہ ذہنیت کے پیش نظر کچھ غلط باتیں بھی لکھ دی ہیں، ان سب پر بھی ہماری نظر ہونی چاہیے، تبھی ہم علمی و دعوتی دنیا میں کوئی اہم خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اس وقت میں آپ کے سامنے میڈیا کے ذریعہ دعوت اسلامی اور استشراق کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے امید ہے کہ آپ فائدہ اٹھائیں گے۔

ریڈیو اور ٹی وی پر دینی پروگرام کی دو شکلیں اس وقت رائج ہیں، بعض پروگرام ہیں جن کو ''البرامج الدعیۃ'' (مذہبی پروگرام) کہتے ہیں، یہ مستقل پروگراموں میں مختلف مناسبتوں سے ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو الاذاعات الدینۃ (مذہبی نشریات) کہلاتے ہیں، یہ مستقل پروگرام ہیں جو دینی موضوعات سے متعلق ہیں، ان کا تعلق مسلم ملکوں سے ہے۔ یورپ کے بعض ممالک میں مسلمانوں نے کچھ گھنٹے حاصل کر لئے ہیں جن میں وہ اپنے پروگرام پیش کرتے ہیں، ایسا یورپ کے کئی ممالک میں ہو رہا ہے۔ اس کی دو شکلیں ہیں، ایک شکل تو یہ ہے کہ بعض مسلم تاجر حضرات گھنٹے خرید لیتے ہیں، یا جتنے گھنٹے استعمال کرتے ہیں ان کی قیمت ادا کرتے ہیں، ان کی حیثیت اشتہار کی ہوتی ہے، یہ پروگرام اسلام کے

تعارف کا ذریعہ بنتے ہیں' اس کا تجربہ یورپ کے متعدد ملکوں میں کیا جارہا ہے۔ ریڈیو کے علاوہ صحافت میں بھی اس طرح کا تجربہ کیا جاتا ہے' مثلاً وہ ملک غیر مسلم ملک ہے تو مسلمانوں کو اجازت ہے کہ جتنے گھنٹے جس شکل میں بھی لیں ان میں اپنی مرضی کے پروگرام نشر کریں' اور وہ پروگرام اتنے موثر ہوتے ہیں کہ بعض لوگ ان پروگراموں کی وجہ سے مسلمان ہورہے ہیں۔ یہی صورت حال TV میں بھی ہے' اس میں مختلف چینل ہیں یا اوقات مخصوص ہیں' اسی کے ساتھ ساتھ بعض پرائیویٹ ریڈیو اسٹیشن ہیں جس طرح عیسائی مشنیریز کے اسٹیشن ہیں۔ حرم شریف کی نماز اور حج کے مناظر کو دیکھ کر کتنے لوگ مسلمان ہوگئے تو اس کو دیکھ کر دوسرے سال بعض ملکوں نے اس پر پابندی لگادی کہ حج فلم نہیں دکھائی جاسکتی' کیونکہ حج کے مناظر دیکھ کر لوگ مسلمان ہورہے ہیں۔

سعودی عرب میں شاہ فیصل نے جب ٹی وی پروگرام شروع کئے تو وہاں کے علماء نے ان کی مخالفت کی تو انہوں نے دلیل میں فرمایا کہ اگر ہم اپنا ٹی وی اسٹیشن نہیں رکھیں گے تو لوگ دوسرے ٹی وی اسٹیشنوں کا پروگرام دیکھیں گے' اپنے ٹی وی کو کنٹرول کرنا آسان ہے' دوسروں کے ٹی وی پر کنٹرول مشکل ہے' چنانچہ وہاں اس وقت سے ٹی وی کا رواج ہوا۔ وہاں ٹی وی پر پانچ وقت کی نمازیں' حج کے زمانہ میں حج کے مناظر اور دیگر اسلامی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ بات عام مشاہدہ میں ہے کہ خبروں اور تبصروں کے لئے لوگ ٹی وی دیکھتے ہیں' مگر اس کے ساتھ اشتہارات کی شکل میں یا ثقافتی پروگرام کی شکل میں مفسد اخلاق اور گمراہ کن' فتنہ انگیز مناظر نظر آتے ہیں' اس کا علاج صرف صالح اور کنٹرولڈ ٹی وی ہے۔...... اس وقت تعلیم کا سب سے بڑا ذریعہ ٹی وی ہے' سائنس' ٹیکنالوجی اور دیگر علوم ٹی وی پر پیش کئے جاتے ہیں' ان کے سارے اسباق ٹی وی پر آتے ہیں۔ اسی طرح زبان بھی ٹی وی پر سیکھی جاسکتی ہے' لوگ کہتے ہیں کہ ریڈیو پر سننے سے زبان جلدی آتی ہے لیکن بولتے وقت زبان کی جو نقل وحرکت ہوتی ہے وہ ٹی وی پر دیکھ کر زبان سیکھنے میں اور زیادہ معاون بنتی ہے۔ بہر حال ٹی وی کے فائدے اور نقصانات دونوں ہیں۔ اور یہ ایک اہم قضیہ ہے۔ بلاد عربیہ اور بعض اسلامی ملکوں میں ٹی وی کا دعوت اور اصلاح سائٹ بعض اسلامی حلقوں نے حاصل کرلی ہیں اور ان کے اچھے اثرات محسوس کئے جارہے ہیں' یہ استفتاء اور افتاء کا بھی ذریعہ ہے' اور اشکالات اور شبہات کے ازالہ کا بھی۔ متعدد مدارس اور اسلامی حلقوں میں اس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت ریڈیو اور ٹی وی میں کئی شکلیں اختیار کی جارہی ہیں' بعض تو اذاعات مستقلہ ہیں' بعض میں براج دینیہ پیش کئے جاتے ہیں' اور بعض میں بعض گھنٹے مخصوص ہیں' ان میں دینی پروگرام ہوتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی دونوں میں یہی طریقہ اختیار کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں ابھی اس کا تجربہ نہیں کیا گیا' اس لئے یہاں ایسا نہیں ہورہا ہے' لیکن ریڈیو اور ٹی وی پر بعض موقعوں پر دینی پروگرام نشر ہوتے ہیں' دیگر ممالک میں بعض عرب تنظیمیں ہیں' وہ ان ذرائع سے فائدہ اٹھارہی ہیں' اور اس پر کافی سرمایہ خرچ کرتی ہیں' ان کی نیوز ایجنسیاں بھی ہیں' انہوں نے ٹی وی کے بعض اوقات خرید لئے ہیں' اور بعض نے اپنے الگ چینل قائم کرلئے ہیں' بعض جگہ جیسے ریڈیو میں وقت لیا جاتا ہے انہوں نے اسی طرح ٹی وی میں وقت لے لیا ہے اور وہ ان میں اپنا مذہبی پروگرام پیش کرتے ہیں۔ ایسے

ادارے اور کمپنیاں بھی ہیں جو خود اسلامی موضوعات کے کیسٹ صوتی (Audio Cassette) یا مرئی Video Cassette تیار کرتی ہیں جو گانوں' ڈراموں اور ڈائیلاگ (Dialogue) پر مشتمل ہوتے ہیں' یہ سلسلہ بھی بہت مقبول ہو رہا ہے۔...... ایسے پروگراموں کا معاشرہ پر کتنا اچھا اثر پڑ رہا ہے' اور خود ٹی وی والوں میں کیسا رجحان پیدا ہو رہا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ چند ماہ قبل مصر میں ٹی وی پر پروگرام پیش کرنے میں فنی مہارت رکھنے والی سات عورتوں نے ان مذہبی پروگراموں سے متاثرہ ہوکر پردہ کرنے کا فیصلہ کرلیا' اس پر ٹی وی والوں نے انہیں برطرف کر دیا تو لوگوں نے وہ پروگرام دیکھنا بند کر دیا۔ کیونکہ وہ اتنا اچھا پروگرام پیش کرتی تھیں کہ ان کی جگہ جب دوسری فنکار عورتیں آئیں تو وہ پروگرام غیر مقبول ہوگیا۔ اس سا ان کا نقصان ہونے لگا۔ ذمہ داروں نے جب یہ محسوس کیا کہ پروگرام پیش کرنے کا ان کا اندازہ اتنا اچھا ہے تو غور و فکر اور مشورہ کے بعد کمیٹی نے انہیں ملازمت پر بحال کرتے ہوئے پردہ کی مشروط اجازت دے دی کہ وہ احتیاط کے ساتھ یہ پروگرام کریں۔ ان خاتون آرٹسٹوں نے کہا کہ ہم پورا پردہ کریں گے۔ آخر کاران کو ان کی مرضی کے مطابق پورا پردہ کرتے ہوئے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس سے پہلے ٹی وی کی ایک مشہور فنکارہ کریمان حمزہ نے بھی پردہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ٹی وی کی سب سے بڑی فنکارہ تھیں' ان کو لوگوں نے ملازمت سے الگ کر دیا' تو انہوں نے اسلامی پروگرام پیش کرنے کے لئے ٹی وی کے پروگرام کے لئے ایک الگ نظام قائم کرلیا' لوگوں نے ان کی مدد کی اور وہ اس میں کامیاب ہوئیں۔ ان کے پروگرام بہت مقبول ہوئے اور ساری دنیا میں پسند کئے جانے لگے۔ ان کا پروگرام ان لوگوں کے لئے خود ایک چیلنج بن گیا۔ غرض میڈیا میں اس طرح کے اسلامی رجحانات پیدا ہوگئے ہیں اور ان کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے۔

ہندوستان میں ہم کو اس صورت حال کا اندازہ نہیں ہے۔ دعوت اسلامی کی جو شکلیں دنیا کے دوسرے حصوں میں اختیار کی جارہی ہیں' ہمیں ان کا علم نہیں۔ اسی طرح صحافت میں جو بہت معیاری مجلّات ہیں' اعلیٰ معیار کی کتابیں ہیں' خواہ وہ عربی ہوں یا انگریزی ہوں' یا دوسری زبانوں میں' وہ مختلف اداروں سے یہاں تک کہ یورپ کے مختلف ملکوں سے نکل رہے ہوں' ان سے ہمارا رابطہ نہیں رہتا لیکن یہ وہ وسائل ہیں جو رخ (Trends) بناتے ہیں' ان کے مطالعہ سے مایوسی کے بجائے امید پیدا ہوتی ہے اور تفاؤل (Optimism) بڑھتا ہے' مسلمانوں میں ان سے جو لوگ واقف ہیں ان تمام چیزوں سے وہ بہت پرامید ہیں۔ میڈیا یا نشر و اشاعت کے ذرائع سے یورپ میں کثرت سے اہل علم مسلمان ہو رہے ہیں' ان سے یہ وسائل انٹرویو کرتے ہیں' اس کا بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔

اسلام کے خلاف میڈیا جو سخت معاندانہ پروپیگنڈہ کررہا ہے اور مسلم ملکوں کے خلاف جو کارروائیاں ہو رہی ہیں اس کا ردِ عمل بھی ہو رہا ہے' وہ ردّ عمل اسلام کے حق میں جارہا ہے۔ اس کی وجہ سے کثرت سے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں' عربی اخبارات و رسائل جو یورپ سے نکلتے ہیں یا عالم عربی سے' ان سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ کثرت سے لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ کثرت سے اسلامی لٹریچر پھیل رہا ہے اور لوگ اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں' یہ تھوڑا سا جو امتحان ہے اس امتحان میں تکلیف ضرور پہونچ رہی ہے لیکن اس کے جو نتائج ہیں وہ بہت

ہی خوش کن ہیں۔اور اسلامی کام کی راہوں میں حکومتوں کی طرف سے رکاوٹیں پیدا کی جارہی ہیں' لیکن جو لوگ دعوت کا کام کررہے ہیں ان کے حوصلے بلند ہیں۔ان کی خبریں پریس میں آتی رہتی ہیں۔ایسے لوگوں کے حالات و جذبات شائع ہوتے رہتے ہیں' اور یہ جذبہ وقربانی جس کا علم پریس یا دوسرے ذرائع سے ہوتا ہے اسلام کی طرف مائل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے' اس جذبہ کے پیدا کرنے میں معاندانہ میڈیا اور حکومتوں کے رویہ کو بھی دخل ہے اور اسلامی میڈیا کا بھی' چاہے وہ کتاب کی شکل میں ہو' یا صحافت اور ریڈیو کی شکل میں۔ چاہے وہ کتنا ہی محدود کیوں نہ ہو' اس نے ہر میدان میں اپنا کچھ نہ کچھ وجود تسلیم کرالیا ہے اور محدود وسائل کے باوجود اسکے جو نتائج ظاہر ہو رہے ہیں وہ نتائج بہت زیادہ امید افزا ہیں۔

استشراق جہاں تک مستشرقین کا تعلق ہے جس کے بارے میں آپ کے ایک ساتھی نے سوال کیا تو مستشرقین کہتے ہیں کہ مغرب کے ان لوگوں کو جو مشرقی علوم کو موضوع بناتے ہیں' انگریزی میں ان کو اورینٹلسٹ (Orientalist) کہا جاتا ہے۔اوینٹلسٹ کے معنی ہوتے ہیں جو یورپ کا ہو اور مشرق کے علوم سے واقفیت رکھتا ہو۔مستشرقین کی تاریخ صلیبی جنگوں سے جڑی ہوئی ہے۔کروسیڈ (Crusade) جس کو کہتے ہیں' یہ جنگیں گیارہویں صدی سے تیروہویں صدی تک جاری رہیں۔ایک پادری اوربان (Urbanus) کی ۱۰۹۵ء میں اسلام دشمن مہم سے شروع ہوئیں' اس نے یورپ میں اسلام کے خلاف انتقام کی آگ لگادی' جن میں بعض ملکوں پر اگرچہ یورپ کا قبضہ ہوگیا' لیکن ان جنگوں میں اصلاً اس کو ناکامی ہوئی' خود آکسفورڈ کی انسائیکلوپیڈیا میں یہ لکھا ہوا ہے کہ صلیبی جنگیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں' ان جنگوں کا بڑا سبب یہ تھا کہ کلیسا کا اثر ختم ہو رہا تھا' اس اثر کو باقی رکھنے کے لئے ایک پادری نے شور ہنگامہ مچادیا۔بعض نے اس کا سبب اقتصادی بتایا ہے۔اس نے کہا کہ ہمارے ممالک پر محمد (ﷺ) کے ماننے والوں نے قبضہ کرلیا ہے' ہمیں ان کو دینِ مسیحی میں داخل کرنا ہے' اس طرح اس پادری نے پورے ملک میں آگ لگادی۔یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں ان جنگوں کا بڑا حصہ ہے' اس لئے کہ اسی کے نتیجہ میں یورپ علم اور تمدن کی طرف مائل ہوا اور اس نے جنگ کے بجائے علم وفکر کا راستہ اختیار کیا' اگرچہ جو عداوت ان جنگوں سے پیدا ہوئی وہ قائم رہی' اور اس کا اثر اب بھی قائم ہے۔حضرت مولانا علی میاںؒ کی ''تاریخ دعوت عزیمت'' میں صلیبی جنگوں پر بڑا تفصیلی مضمون ہے۔آپ اس کا مطالعہ کریں۔

فرانس کا بادشاہ لوئس تاسع (نہم) (Louis) جس نے مصر پر حملہ کیا تھا' مصر میں وہ گرفتار ہوگیا تھا' رہائی کے بعد یہ تیونس پر حملہ آور ہوا' ۱۲۷۰ء میں وہ حملہ کے لئے نکلا تو تیونس کے قریب بیمار ہوا اور اس کا انتقال ہوگیا' انتقال سے قبل اس نے ایک وصیت نامہ لکھا کہ ہم نے مسلمانوں کے ساتھ لڑکر دیکھا ہے' ہم ان کو لڑائی میں شکست نہیں دے سکتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم جنگ چھیڑتے ہیں تو ان میں ایک جذبہ جہاد وشہادت پیدا ہوجاتا ہے' اسی جذبہ کی وجہ سے ایک مسلم ملک پورے یورپ کا مقابلہ کرتا ہے' اور ایسا واقعتاً ہوا ہے۔پھر اس نے لکھا ہے کہ اب ہم کو جنگ کا راستہ چھوڑ دینا چاہیے اور علم کا راستہ اختیار کرلینا چاہیے' مسلمانوں کے علوم سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے اور کوشش کرنی

چاہیے کہ ہم ان کا عقیدہ بگاڑ دیں اور ان میں جو جذبہ جہاد و شہادت پیدا ہوتا ہے اس کو ختم کر دیں، یہ اس نے ایک وصیت لکھوائی، یہ وصیت فکر اسلامی کی کتابوں میں موجود ہے، ایک کتاب: اسالیب الغزو الفکری، ڈاکٹر علی جریشہ کی ہے، اس کے علاوہ ''الاستعمار والتبشیر'' میں بھی یہ تفصیلات درج ہیں۔ ابتداء میں اس وصیت کی طرف لوگوں نے کوئی توجہ نہیں کی، اس نے کچھ عرصہ کے بعد Ramond Lul اور روجر بیکن (Bacon)، (۱۲۱۴ء۔۱۲۹۴) نے پوپ سے ملاقات کی اور پوپ سے اس وصیت پر عمل کرنے کی بات کی اور اس کو آمادہ کیا، اس پر پوپ کو بہت تردد تھا اس لئے کہ کلسیا نے اس وقت تک علم حاصل کرنے کی کھلی اجازت نہیں دی تھی اور جو لوگ علم حاصل کرتے تھے وہ چھپ چھپ کر حاصل کرتے تھے۔ گیارہویں صدی میں ایک شخص چھپ کر اندلس گیا تھا، وہاں جا کر اس نے علم حاصل کیا تھا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا مستشرق ہے، بعضوں کے نزدیک استشراق کی ابتداء اس سے ہوتی ہے، اس کے بعد ایک دوسرا شخص اسی طرح چھپ کر گیا اور اس نے بھی علم حاصل کیا، پہلا شخص جربردی اور لیاک (Oralica) ۹۳۸۔۱۰۰۳ء ہے، اس نے قرطبہ میں علم حاصل کیا، اس کے بعد بطرس (۱۰۹۲۔۱۱۵۶ء) میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا۔ ۱۳۱۳ء میں پوپ نے عربی علوم کی تعلیم کا حکم دیا، چودہویں صدی میں علوم عربیہ کی تعلیم عام ہوگئی، پندرہویں صدی میں پریس کی ایجاد سے اس سلسلہ میں وسعت پیدا ہوئی۔

تیرہویں صدی میں مختصر مدت میں متعدد ایسے ادارے قائم ہوئے جہاں اسلامی کتابوں کے مطالعہ کا باقاعدہ انتظام کیا گیا، فرانس میں بلجیئم میں، جرمنی میں، اور دوسرے سارے یورپی ملکوں میں اسلامی علوم کی تحصیل کے ادارے قائم ہوئے۔ عربی کتابوں کے ترجمے کئے گئے۔ استشراق پر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی صاحب کی کتاب ہے، حضرت مولاناؒ کی بھی کتاب ہے اور حال میں اڈورڈ سعید کی کتاب شائع ہوئی ہے، یہ استشراق کے موضوع پر بہت اچھی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور استشراق پر دارالمصنفین میں ایک عالمی سیمنار ہوا تھا، اس کے مضامین عربی میں ترجمہ ہونے کے بعد ''المستشرقون'' کے نام سے دو جلدوں میں دارالشروق سے شائع ہوئے ہیں۔ اس میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں، اس میں بھی یہ تمام تفصیل موجود ہے، تو اس طرح اسلامی علوم پر ریسرچ کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا۔ یہ جو مطالعہ کا رجحان پیدا ہوا اس میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان کو مستشرق کہتے ہیں۔

ایک کتاب ہے ''الموسوعۃ المیسرۃ فی الأدیان والمذاهب المعاصرۃ'' اسے وامی (WAMY) ندوۃ الشباب الاسلامی العالمیۃ نے شائع کیا ہے۔ اس میں دنیا کی ساری تحریکوں اور ان کے جو خاص خاص افکار و نظریات ہیں ان سب کا بہت تفصیل سے تعارف کرایا گیا ہے۔ اس میں الاستشراق پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مستشرق تین طرح کے ہیں: بعض وہ ہیں جو انصاف پسند ہیں، جس بات کو صحیح سمجھتے ہیں اس کو صحیح لکھتے ہیں اور جس کو غلط سمجھتے ہیں اس کو غلط لکھتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو ہر خوبی کا انکار کرتے ہیں، ان میں صرف نفرت و کراہیت پائی جاتی ہے، وہ کھلے ہوئے دشمن ہیں، بعض انصاف پسند ہیں جیسے آرنلڈ، اس کی ایک کتاب ہے، اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے، ابھی جرمنی کی ایک مستشرقہ کا ایک دو مہینہ پہلے انتقال ہوا ہے،

اس کے اسلام لانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' اس کی نوے سال سے بھی زیادہ عمر ہوئی ہے' اس کے انتقال پر بہت سے مضامین آئے ہیں' اس کی کتابوں میں اسلام کا بہت زیادہ اعتراف ہے' اس کا نام ماری شمل ہے۔ ایسے بھی مستشرق ہیں جو علمی بنیاد پر مطالعہ کرتے ہیں' جو بات ان کو صحیح معلوم ہوتی ہے' اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور جس سے ان کو اتفاق نہیں ہے اس سے عدم اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ ایک مشہور مستشرق بردکلمان **(Brockelmann)** (۱۸۶۸۔۱۹۵۶ء) ہے جو عربی علوم سے بہت واقف ہے۔ اس نے تاریخ ادب عربی لکھی ہے جو بہت معروف ہے۔ اس کا ترجمہ عربی میں ''تاریخ الآداب العربیۃ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس نے کتابوں کی پوری تفصیل دی ہے۔ اگر ہندوستان میں کسی کتاب پر کوئی کام ہوا ہے تو اس نے یہ تک لکھا ہے کہ ہندوستان کے فلاں کتب خانہ میں یہ کتابیں اور فلاں فلاں کتابوں کے اتنے ترجمے اور شرحیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح اس کی ایک کتاب ''تاریخ الشعوب الإسلامیۃ'' بھی ہے' یہ شخص بڑا مستشرق ہے اور اپنے موضوعات میں حجت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ اسلام کے بارے میں لکھتا ہے تو تعصب اس پر غالب آ جاتا ہے۔ تو ایسے بھی مستشرق ہیں کہ ایک طرف تو وہ علم میں حجت ہیں لیکن جب وہ اسلام پر لکھتے ہیں تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں' اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنا توازن برقرار رکھتے ہیں۔ خواہ ان کو کسی بات سے اتفاق ہو یا اتفاق نہ ہو' کسی حال میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں' بعض معتدل ہیں اور بعض بہت دشمن ہیں' اور بعض انصاف پسند ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو یورپ سے تعلق رکھتے ہیں' اور انہوں نے اسلامیات کو اور مشرقی علوم کو اپنا موضوع بنایا ہے' چاہے وہ تاریخ ہو' حدیث ہو' چاہے وہ قرآن ہو' چاہے تفسیر ہو' ان کے اپنے موضوعات ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک اختصاص رکھا ہے' بعض ادب عربی کے ماہر ہیں' بعض حدیث کے ماہر ہیں' جیسے گولڈ ہیر' زویمر **(Zwemer)** (۱۸۶۷۔۱۹۲۰ء) نکلسن' گب' اسمتھ' واٹ وغیرہ' بعض نے سیرت پر کام کیا ہے' بعض تاریخ اسلامی پر کام کرنے والے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے موضوع کا انتخاب کر کے اس پر کام کیا ہے' جو ہمارے علوم ہیں' اور اب بھی مستشرقین ہی ان کی خدمت کر رہے ہیں' بعض دواوین اور لغت پر اکثر کتابیں مستشرقین نے شائع کی ہیں' انہوں نے خدمت بھی کی ہے' محنت بہت کی ہے لیکن ان میں اکثر اسلام کے بارے میں معاندانہ و جانبدارانہ رویہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں کہیں نہ کہیں کوئی طنز یا اشارہ تحریف یا غلط بیانی پائی جاتی ہے' خاص طور پر سیرت پر اکثر مؤلفین کی کتابوں میں بہت زیادہ غلط بیانی بلکہ جارحانہ اور معاندانہ' اور گمراہ کن انداز پایا جاتا ہے' تاریخ اسلامی پر ان کی کتابوں میں جارحیت پائی جاتی ہے' بعض وہ کتابیں ہیں جو خالص علمی انداز کی ہیں۔ بعض پر پروپیگنڈہ غالب ہے' ان کو سمجھنا چاہیے جن کی کتابیں ہم پڑھ رہے ہیں' یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ آدمی کس طبعیت اور مزاج کا ہے؟ اس کی ضرورت ہے کہ مستشرقین کی کتابوں کا جائزہ لیا جائے' کچھ لوگوں نے یہ کام کیا ہے مگر وہ کافی نہیں ہے۔

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

یورپ اور امریکی معاشرے کو متعصب بنانے کی منصوبہ بندی

سال گزشتہ ۲۰۰۴ء کے اواخر میں امریکہ کی ایک معروف جامعہ کارنیل یونیورسٹی نے ایک سروے کا بندوبست کیا۔ اس سروے کے نتائج کے مطابق 47% امریکن ووٹرز امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی آزادی محدود کرنے' مساجد اور اسلامک سینٹرز پر کڑی نگرانی کرنے کی تجاویز کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ محض ایک سروے' تحقیق' یا رپورٹ نہیں بلکہ یہ ایک سوچ اور فکر کی غمازی کرتی ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد سے یورپ اور امریکہ کے میڈیا کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ایک مخصوص طرز فکر اور ایک مخصوص طبقے کے لوگ یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو فاشسٹ اور متعصب بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کا سرخیل میڈیا اور ذرائع ابلاغ ہیں۔ تنظیمات اور تھنک ٹینک اسکرپٹ لکھتے ہیں میڈیا تبلیغ کرتا ہے اور سامعین' ناظرین اور قارئین بالآخر اس تبلیغ کے اثرات قبول کر کے حکومت کی باگ ڈور ان ہی مبلغین کو سونپ کر اپنے فرائض ادا کر دیتے ہیں۔

کارنیل یونیورسٹی کی جانب سے کی جانے والی اس سروے (ریسرچ) کے مطابق مسلمانوں کی آزادی سلب کرنے کے حامیوں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو ری پبلکن پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو مذہب سے زیادہ قریب سمجھتے ہیں اس سروے کا ایک چونکا دینے والا پہلو یہ بھی ہے کہ ایسے افراد جو اپنا زیادہ وقت ٹی وی دیکھنے میں گزارتے ہیں جن کی اکثریت امریکی مسلمانوں کے شہری حقوق غصب وسلب کرنے کے حق میں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کارنیل یونیورسٹی کے سروے کے نتائج یورپ میں اسی موضوع پر ہونے والی ایک اور ریسرچ رپورٹ کے تقریباً ساتھ ساتھ ہی منظر عام پر آئے۔ یہ ریسرچ ایک جرمن انسٹیٹیوٹ اور وال اسٹریٹ جرنل (نیویارک) نے مل کر مکمل کی ہے۔

اس ریسرچ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مغربی یورپ کے تقریباً تمام ممالک میں مسلمان مخالف جذبات شدت سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سویڈن کے عوام پورے یورپ میں مسلمانوں سے سب سے زیادہ متنفر نظر آتے ہیں۔ جہاں 75% عوام مسلمانوں سے متنفر ہیں۔ ہالینڈ جس کا شمار یورپ کے انتہائی رواداراور غیر متعصب ممالک میں ہوتا ہے' وہاں ملک کی 72% آبادی کے جذبات مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ جب کہ ڈنمارک میں مسلمانوں کے خلاف

جذبات رکھنے والے آبادی کا 67% ہیں جبکہ برطانیہ وہ واحد ملک ہے جسے نسبتاً مسلم دوست سمجھا جاسکتا ہے وہاں عوام کی 39% آبادی مسلم مخالف جذبات رکھتی ہے۔

یورپی یونین کے پچیس ممالک میں تیرہ ملین سے زائد مسلمان بستے ہیں۔ جیسا کہ ابتدأ ذکر کیا گیا ان ریسرچ سروے اور ان کے نتائج کا ۲۰۰۴ء کے اواخر میں آنا انتہائی تشویش ناک اور معنی خیز ہے۔ اور مغربی میڈیا کی تاریخ اور مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے ان رپورٹس کو بجا طور پر شک کی نگاہ سے بھی دیکھا جاسکتا ہے اور اسے عالم اسلام خصوصاً یورپ و امریکہ میں بسنے والے دو کروڑ سے زائد مسلمانوں کے لئے کسی نئے طوفان کا پیش خیمہ بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مغربی دنیا کے جنگ جوؤں کے ہراول دستہ میں میڈیا ہمیشہ بڑے فخر کے ساتھ صفِ اول میں شامل رہا ہے۔ پھر سوچنے کا اہم نکتہ یہ ہے کہ آخر مسلم مخالف جذبات پر ہی تحقیق کیوں؟ دنیا بھر میں امریکی پالیسی کے خلاف پائے جانے والے جذبات پر تحقیق کیوں نہیں کی گئی؟ اس پر سروے کیوں نہیں کروایا گیا۔ اس پر ریسرچ رپورٹ کیوں نہیں بنائی گئی؟

آخر ایک ہی موضوع پر ایک ہی وقت میں یورپ اور امریکہ میں ایسی ریسرچ اور سروے کا مقصد صرف اور صرف ایک ہی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کو مستند بنایا جائے۔

اگر یہ تازہ ترین ریسرچ' سروے اور رپورٹس امریکہ اور یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کے مستقبل کے سامنے سوالیہ نشان لگا رہی ہیں وہیں یہ رپورٹس ان مسلمانوں کو زیادہ فعال اور متحد بھی کر رہی ہیں۔ اور یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کو جو مسائل اور چیلنجز درپیش ہیں اور ان مسلمانوں پر آنے والے مشکل حالات شاید کسی کو بھی پسند نہیں۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خطوں میں رہنے والے مسلمانوں سے کچھ کام لینا چاہتا ہے کیونکہ مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ وہ مشکل ترین اور بدترین حالات میں بھی بڑے بڑے کام کرتا ہے' ہوسکتا ہے کہ ان مشکل ترین حالات کے نتیجہ میں امریکہ اور یورپ کے مسلمان سیاسی اور سماجی طور پر اتنے مضبوط اور موثر ہو جائیں کہ ان ممالک کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوں۔ اگرچہ یہ انتہائی مثبت سوچ ہے اور آج کی تاریخ میں خواب سا معلوم دیتی ہے تاہم ایسا ہونا ناممکن نہیں۔ وما النصر الا من عنداللہ العزیز الحکیم۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دیجئے

ای میل ایڈریس : editor_alhaq@yahoo.com

مولانا مصلح الدین قاسمی
استاذ ادب عربی، مدرسہ شاہی، مراد آباد

موجودہ عالمی انتشار
اور اسلام کا امن آفریں پیغام

آج پورا عالم اسلام جس بدامنی و انارکی اور انتشار و لامرکزیت کا شکار ہے، تمدنی ترقیات اور معاشی سرگرمیوں کے دھارے میں جس طرح بہہ رہا ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، ہرطرف بنیاد پرستی، شدت پسندی اور جنگجویانہ سرگرمیوں کا دور دورہ ہے، پوری دنیائے انسانیت خون میں نہا رہی ہے، ہر چہار جانب خون کے فوارے چھوٹتے نظر آ رہے ہیں، قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں، ہر ایک دوسرے کے حق میں زہر قاتل بنا ہوا ہے، بغض وعناد، کینہ کپٹ، بدگمانی، بے اعتمادی، عزت و آبرو کی بے وقعتی، مردم آزاری و آدم بیزاری، عقل پر جذبات کی حکمرانی، دور اندیشی پر کوتاہ اندیشی کا غلبہ، عوامی مفاد پر ذاتی اغراض کی ترجیح، جذبات کے پیچھے بہہ جانے اور کھوکھلے نعروں کے پیچھے دیوانہ بن جانے کی عادت جیسی بیماریاں لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہیں، اور یہ ایسی بیماریاں ہیں جو بڑی سے بڑی قوم اور ملک کا خاتمہ کر دیتی اور موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں، اسی طرح تنگ نظری، مفاد پرستی، حد سے بڑھا ہوا احساس برتری، جذبات سے مغلوب ہو جانے، روئی کی طرح جلد آگ پکڑ لینے، اور بارود کی طرح بھک سے اڑ جانے کی صلاحیت کسی ایک میدان میں محدود اور کسی ایک فرقے کے ساتھ مخصوص نہیں رہ سکتی، نفرت واقتدار کی بڑھی ہوئی ہوس کی آگ کو اگر جلانے کے لئے ایندھن نہ ملے تو وہ خود کو کھانے لگتی ہے۔ دورِ جاہلیت کے ایک حقیقت پسند عرب شاعر نے کہا تھا۔

النّار تأكل نفسه ۔ إن لم تجدو ماتأ كله

آگ اپنے کو کھانے لگتی ہے اگر اس کو کچھ اور کھانے کو نہ ملے۔

اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج پوری دنیائے انسانی ان تمام مہلک امراض میں مبتلا ہے ارو اسی کا نتیجہ ہے کہ پورے عالم میں عجیب وغریب قسم کی بحرانی کیفیت چھائی ہوئی ہے، دنیا کے کسی گوشے میں چین وسکون نظر نہیں آ رہا ہے۔

پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے، مگر اب تو دنیا ترقی کر رہی ہے، تہذیب و

تمدن اور علم کا دور دورہ ہے' اب تو ہونا یہ چاہیے کہ انسانوں کے مابین حائل فاصلے کم ہوتے' آپسی روابط و تعلقات میں اضافہ ہوتا' لیکن یہ سب کچھ نہیں ہو رہا ہے' جتنا علم بڑھتا جا رہا ہے انسانوں کے باہمی خلیج میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے' آخر ایسا کیوں ہے' اس کے اسباب کیا ہیں اور ان حالات میں اسلام کا امن آفریں پیغام کیا ہے؟

یہ ایک ایسا چبھتا ہوا سوال ہے جو ہر اس ہوش مند کے دل میں پیدا ہو رہا ہے جسے انسانیت سے ہمدردی ہے' جسے رنگ' علاقہ' زبان اور قوم سے زیادہ انسانیت عزیز ہے' مگر اس سوال کا جواب اور اس بحرانی کیفیت کے اسباب کا پتہ قرآن وحدیث کے مطالعے سے چلے گا' چند اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ ہمارے علوم اب برائے معلومات اور حصولِ نفع رہ گئے ہیں۔ ان کے ساتھ انسانی ہمدردی اور جذبہ خدمت کا سبق ختم ہو گیا ہے۔ جبکہ اسلام میں انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

۲۔ نشر و اشاعت کے وہ وسائل و ذرائع جو معلومات اور حصولِ تفریح کے لئے ایجاد کئے گئے تھے ان سے اب بیشتر ایسے اخلاق سوز اور حیا سوز مناظر پیش کئے جانے لگے جو محبت و الفت اور انسانیت کی جوت جگانے کے بجائے جرائم پیشہ بننے کا ذہن تیار کرنے لگے۔

۳۔ سامانِ عیش و تنعم کی نت نئی ایجادوں نے حصولِ پامال و جاہ کی ایسی حرص پیدا کر دی ہے کہ انسان کے لئے انسان کی جان لینا اتنا آسان ہو گیا ہے جتنا فصل نقصان کرنیوالے کیڑے مکوڑوں کو مارنا۔

فتنۂ و فساد کے ان اسباب و محرکات کی کھلی آزادی اور چھوٹ کے ساتھ اہل قلم کتنے ہی اچھے مضامین لکھیں اور حالات کا تجزیہ کریں خون و خرابے میں کوئی کمی نہیں آسکتی' اخلاقی فساد و بگاڑ کو دور نہیں کیا جا سکتا' یہ فساد و بگاڑ جب بڑھتا ہے اور اس کی فکر نہیں کی جاتی تو وہ افراد سے تجاوز کر کے جماعتی قومی اور علاقائی بنیادوں تک پھیل جاتا ہے اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہوا پوری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے' اس وقت پوری دنیا کی جو صورتحال ہے اور جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں اس میں یہی اسباب و عوامل کام کر رہے ہیں۔

اب رہا یہ کہ اس نازک مرحلے اور انتشار کے دور میں اسلام کا پیغام کیا ہے اور کن اصولوں کے اپنانے کی اسلام تلقین کرتا ہے جن سے عالم اسلام کی اس بحرانی کیفیت میں سدھار پیدا ہو۔ تو سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں' ہمارا ایمان قرآن وحدیث کی لازوال اور انمٹ تعلیمات پر ہے' ہمارے لئے قرآن وحدیث اور اسوۂ نبوی ہی وہ قیمتی تحفہ ہے جو حلقۂ گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل تک پہنچا سکتا ہے' ذلت و خواری کے عمیق غار

سے نکال کر عزت و کامرانی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے' ذلت وخواری کے عمیق غار سے نکال کر عزت و کامرانی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسوۂ نبوی ﷺ کو اپنانے کی تاکید فرمائی ہے' چنانچہ فرمایا: "لقد کان لکم فی رسول الله اسوه حسنة" (الاحزاب/۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو پوری دنیا میں عام کریں' سیرت نبوی کے ہر گوشے کو اجاگر کریں اور دنیا کے چپے چپے میں یہ بات پہنچادیں کہ اس بحران اور انتشار کو دور کرنے کے لئے آپ کی تعلیمات ہی واحد راستہ ہے' آپ ﷺ ہی کی سیرت طیبہ میں عام انسانوں کی صلاح وفلاح اور اثر انگیزی کا غیر معمولی سامان ہے' کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور نصب العین انسانی قدروں کا تحفظ کرنا تھا جو آپ ﷺ سے پہلے پامال و برباد کی جاچکی تھیں' چنانچہ یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ اپنی نبوت ورسالت کا لافانی پیغام لے کر اس کارگہہ عالم میں جلوہ گر ہوئے اس وقت کی بحرانی کیفیت اور مردم بیزاری اس وقت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھی' بلکہ اس وقت تو شرافت وانسانیت اور اخلاق ومروت اپنا بستر لپیٹ چکی تھی' بسیط ارضی پر ہر چہار سو یاس وناامیدی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں' تہذیب وتمدن' شائستگی اور حسن معاشرت کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی' اس وقت بھی آپ ﷺ ہی کا اُسوہ کارگر ہوا' آپ ﷺ کے جلوہ افروز ہوتے ہی اس بحرانی کیفیت میں سدھار آنے لگی' برے اخلاق اور گندی خصلتوں کے خیمے اکھڑنے لگے' تشدد ظلم وبربریت' آپسی اختلاف وتنازع اور باہمی کشیدگی کی دیوار ڈھ گئی' جب آپ ﷺ نے اپنے نورانی اخلاق وکردار' صالح وپاکیزہ زندگی اور اسلامی طرزِ معاشرت سے دنیا والوں کو روشناس کرایا تو پوری دنیا نے آپ ﷺ کی تعلیمات پر لبیک کہا اور وہی لوگ جو دنیا کی قوموں میں سب سے پست تھے دنیا والوں کے لئے معلم ومربی بن گئے' جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے' جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی وہ اتنے بلند ومقدس مرتبے پر فائز ہوگئے کہ صداقت وپاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہونے لگا' جو مردہ تھے وہ زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندگی دینے والے بن گئے۔ سچ ہے۔

خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کی سنت پر پوری طرح عمل کیا' انہیں آپ ﷺ کی حیات اقدس' آپ ﷺ کے حالات اور آپ ﷺ کی سیرت وصورت کو اپنے اذہان میں اس طرح محفوظ کرلیا تھا کہ ایک طرف صحت ودرستگی کا یہ انتظام وانصرام تھا کہ کسی آسمانی صحیفے

کو بھی اس طرح محفوظ نہ کیا گیا' اور وسعت و تفصیل کا یہ عالم کہ افعال و فرامین' صورت و سیرت' رفتار و گفتار' اخلاق و عادات' طرزِ زیست و معاشرت' چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے' سونے جاگنے' ہنسنے بولنے' خورد و نوش اور لباس و پوشاک کی ایک ایک ادا اور حالات و واقعات کا ایک ایک حرف ضبط کر لیا اور عملی زندگی میں ان سب کو برت کر دکھایا۔

آج بھی محسنِ انسانیت' رحمت عالم ﷺ کی کتابِ ہستی کا ایک ایک ورق مشعلِ ہدایت بن کر عالم کے سامنے ہے' رسول ﷺ آج چشم ظاہر سے گرچہ مستور ہیں' لیکن اسوہ رسول ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' وہ قدم جن پر پیشانیاں رگڑنا ہمارے لئے اوجِ سعادت تھا آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں لیکن ''نقشِ قدم'' موجود ہیں مگر لوگ اس سے رہنمائی حاصل نہیں کر رہے ہیں' یہ عملی کوتاہی ہی نہیں ذہنی افلاس کی بھی علامت ہے جو حیات طیبہ قدم قدم پر رہنما ہے اور جس کا ایک ایک جزئیہ محفوظ ہے اس کی روشنی میں ہم کوئی لائحہ عمل مرتب نہ کر سکیں اور دنیوی نقشوں میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے میں اپنی توانائیاں ضائع کر دیں۔

آج عالم اسلام کے بحران کو ختم کرنے اور امن و سکون پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے ہر گوشے میں آپ ﷺ کی تعلیمات کو ملحوظ رکھیں' آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں' ہر شخص اپنا اپنا محاسبہ کر کے اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے' صحابہ کرامؓ کا حال یہ تھا کہ ہر ایک کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرا کوئی فعل' میرا کوئی عمل' میرا کوئی قول' میری کوئی ادا اللہ تبارک تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے۔ اور جب یہ فکر لگی ہوئی ہے تو اب جب وہ کسی دوسرے سے کوئی اصلاح کی بات کہتے ہیں تو وہ بات دل پر اثر انداز ہوتی ہے' اس سے زندگیاں بدلتی ہیں' اس سے انقلاب آتے ہیں' اور انقلاب برپا کر کے دنیا کو بھی دکھا دیا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کر رہے ہیں اور خود ہمارا عمل اس پر نہیں ہے' اس لئے اولاً تو اس بات کا اثر نہیں ہوگا' اور اگر اثر ہو بھی گیا تو سننے والا جب یہ دیکھے گا کہ یہ خود تو اس کام کو کر نہیں رہے ہیں اور ہمیں نصیحت کر رہے ہیں۔ اگر یہ کام اچھا ہوتا تو پہلے یہ خود عمل کرتے' اس طرح وہ بات ہوا میں اڑ جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا' حضور اقدس ﷺ کی سیرت نے جو انقلاب برپا کیا' اور صرف ۲۳ سال کی مدت میں پورے جزیرہ عرب بلکہ پوری دنیا کی کایا پلٹ دی یہ انقلاب اس لئے آیا کہ آپ ﷺ نے جس بات کا امت کو کرنے کا حکم دیا پہلے خود اس پر اس سے زیادہ عمل کیا' اگر ہم بھی یہ طریقہ اپنا لیں اور اپنے قول و عمل میں یکسانیت پیدا کر لیں' اپنے آپ کو اخلاق' ذہنی اور عملی اعتبار سے ممتاز ثابت کر دیں تو یقیناً چمن کی روٹھی ہوئی بہار پلٹ کر قدموں میں آ جائے گی۔

مفتی ذاکرحسن نعمانی

عالَم اسلام لادینیت اور سیکولرازم کی زد میں

سیکولرازم کی حقیقت دنیاویت' دنیاداری' دنیاپرستی' دین اور دنیا کو ایک دوسرے سے الگ کرنا' مادیت اور مادہ پرستی ہے۔ لادینیت سیکولرازم کا اثر اور دور کی تعبیر ہے۔ فکر معاد سے آزاد ہوکر صرف فکر معاش بھی سیکولرازم کی بہترین تعبیر ہے۔

اس نظام میں صحیح الہامی مذہب اور دینداری یا بالکل مفقود ہوتی ہے یا مذہب کو دنیا کے تابع بنا دیتے ہیں کہ اصل چیز دنیاداری اور دنیا کو آباد کرنا ہے۔ رہا مذہب تو وہ ایک ثانوی اور ذاتی معاملہ ہے' جس شخص کو جن مذہبی افکار و رسوم میں سکون واطمینان حاصل ہو' وہی اس کا مذہب ہے۔ جس کا دنیاداری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح کی غلط اور الٹی سوچ کفری ممالک کی طرح اب مسلم ممالک اور عالم اسلام میں بھی عام ہورہی ہے۔ بعض لوگوں میں یہ سوچ لاشعوری طور پر اپنی جڑیں مضبوط کررہی ہے۔ بعض اپنے اغیار کے آلہ کار بن کر اس سوچ کو عام کررہے ہیں۔ جبکہ کفار اور اغیار سوچے سمجھے منصوبوں کے ساتھ تمام عالم اسلام میں سیکولرازم کی اس مسموم اور مذموم فکر کو خفیہ اور علانیہ طریقوں سے رائج کرنے کا تہیہ کرچکے ہیں۔ اکثر کفری ممالک فخریہ طور پر خود کو سیکولر کہتے ہیں۔ بعض مسلمان سیکولرازم کا نعرہ زبان سے تو نہیں لگاتے لیکن ان کی عملی زندگی سیکولرازم کا منہ بولتا ثبوت ہے' ایسے جملے بھی اب سننے میں آرہے ہیں کہ ڈاکٹر جیسے اہم شخص کے لئے نماز معاف ہونی چاہیے۔ بعض حضرات دنیاوی دھندوں میں مشغولیت کو اہم فریضہ سمجھ کر نماز نہیں پڑھتے۔ یا جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ یا وقت سے مؤخر کرکے قضا پڑھ لیتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بہت خوش ہیں کہ مخلوق خدا کی خدمت کررہے ہیں۔ مخلوق خدا کی خدمت بے شک بہت بڑی عبادت ہے۔ لیکن یہ لوگ سوچتے نہیں کہ اول مخلوق کے خالق کو راضی کرنا ہے۔ مخلوق کو راضی کرنا اور خالق کو ناراض کرنا عقل مندی اور دینداری نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے مخلوق خدا کی خدمت عقل مندی اور دینداری ہے۔ اعذار کی بناء پر یا ایمرجنسی کی صورت میں جماعت کی نماز ترک کرنا یا وقت سے مؤخر کرنا صحیح ہے۔ اکثر حضرات تو بلا کسی عذر اور ایمرجنسی کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ یا وقت سے مؤخر کردیتے ہیں۔ بعض ایسے نیک ڈاکٹر بھی ہیں جو کلینک میں کام بھی کرتے ہیں اور جماعت کی نماز بھی پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بعض مریضوں پر ان کا یہ رویہ دشوار گزرتا ہے۔ دوران سفر اگر کوئی مسافر ڈرائیور سے کہے کہ نماز کے لئے گاڑی روکو تو بعض سواریوں پر یہ بات شاق اور ناگوار گزرتی ہے۔ کیونکہ نماز کے لئے گاڑی روکنے سے وقت ضائع ہوتا ہے۔ حالانکہ اس آدمی کی غلط سوچ سے قبل شریعت نے سفر کو عذر قرار دے کر

مسافر کے ساتھ رعایت کی ہے۔ چار کی بجائے دو رکعت پڑھ لے۔ اور دوران سفر اگر سنت نماز ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں۔ ریل گاڑی میں نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہوتی لیکن ریل کے ڈبوں کے اندر سے ڈیزائن ہر وقت بدلتے رہتے ہیں۔ ریل میں مسافر کو نماز پڑھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ لیٹرین کے کموڈ انگلش اسٹائل کے ہوتے ہیں۔ سیدھے سادھے مسلمانوں کو ان بیت الخلاؤں میں رفع حاجت کے وقت بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض مسافر نمازی مسافر کے ساتھ اس کی نماز میں تعاون بھی نہیں کرتے۔ کوئی کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھو۔ کوئی کہتا ہے کہ قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ ایک دفعہ دوران سفر ریل میں ایک صاحب سے پوچھا قبلہ کس طرف ہے تو کہنے لگا جس طرف رخ کرو نماز ہو جائے گی۔ میں نے کہا کہ میں نے آپ سے مسئلہ نہیں پوچھا قبلہ کے بارے میں پوچھا ہے، معلوم ہو تو بتلادو۔ خود بھی نماز نہیں پڑھتے اور دوسروں کو بھی غلط مشورہ دیتے ہیں اور غلط مسئلہ بھی بتلاتے ہیں۔ اسی طرح ہوائی جہاز کے ڈیزائن بھی بدلتے رہتے ہیں لیکن اس میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہیں ہوتی جو نماز پڑھنے کی کوشش کرتا ہے دوسرے اس کی دل جوئی نہیں کرتے جس کی وجہ سے بعض چاہتے ہیں کہ نماز پڑھیں لیکن ہمت نہیں کرتے۔ بلکہ شرماتے ہیں ایک دفعہ ہوائی جہاز میں مَیں نے مغرب کی نماز کے لئے جگہ تلاش کی نماز پڑھائی، جب مسافروں نے دیکھا تو بہت زیادہ سوار باوضو تھے۔ ہر ایک میں ہمت پیدا ہوئی اور نمازیوں کی ایک قطار بن گئی۔ چنانچہ باری باری سب نے نماز پڑھ لی۔ گویا تھوڑی دیر کے لئے دینداری کا ماحول بن گیا تھا۔ یہ ماحول ہر جگہ اگر عام ہو جائے تو لوگوں کے لئے دین پر عمل آسان ہو جائے گا۔ اکثر لوگ دین کا ماحول نہ ہونے کی وجہ سے بے عمل اور بدعمل بن جاتے ہیں۔ دینی ماحول اور دینی فضا میں دین پر عمل بہت آسان ہو جاتا ہے۔ بے دینی کی فضا اور ماحول میں فطری طور پر آدمی کے اندر جھجک اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تقریب میں شریک تھا جس میں صرف میں شرعی ڈاڑھی والا تھا۔ میرے بھائی کے ایک بے تکلف دوست نے قریب آ کر کہنے لگے اپنی ڈاڑھی ذرا ڈائی وائی کریں (یعنی نارمل کٹ اور خشخشی بنالیں) اس لئے کہ آپ اس ماحول میں بڑے عجیب سے لگ رہے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اگر آپ مجھے دیکھنا چاہتے تو کبھی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائیں، جہاں داڑھی اور پگڑی کا ماحول ہوگا۔ وہاں پھر مجھ سمیت بہت خوب صورت اور ٹھیک ٹھاک نظر آئیں گے۔ پھر وہاں میں کہوں گا کہ شرعی داڑھی رکھ لو آپ اس ماحول میں بڑے عجیب طرح کے دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تبلیغی جماعت والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مشکل ترین جگہوں میں دینی فضا اور ماحول بنادیا۔ جہاں اب ایک دیندار آدمی دینداری پر کاربند رہنے کے لئے کوئی جھجک اور شرم محسوس نہیں کرتا۔ یونیورسٹی جیسے ماحول میں لڑکے پگڑیاں باندھ رہے ہیں۔ شرعی داڑھیاں رکھ لیں۔ اذان اور باجماعت نماز کا اہتمام ہوتا ہے۔ یورپ جیسے خلاف اسلام ماحول میں شریعت پر کاربند رہتے ہیں۔ افسوس آج مسلمان اپنی پاک وصاف تہذیب کو چھوڑ کر کفار اور اغیار کی تہذیب فخریہ طور پر اپنا رہا ہے۔ کفار کی اغیار کی بود و باش اور طرز زندگی کو تہذیب کہنا لفظ تہذیب کی توہین ہے۔ صحیح اسلامی

تہذیب کو اپنانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھیجا ہے۔افسوس اس الہامی تہذیب کو آج مسلمان اپناتے ہوئے شرماتا ہے۔

ہمارے گھروں کے اسٹائل کو دیکھ لو۔تعمیر پر بے دریغ روپیہ لٹایا جارہا ہے۔ ہر جگہ تعمیر نمائش اور اسراف کے ناجائز درجہ میں داخل ہے۔ مکہ اور مدینہ کی تعمیرات بھی نمائش کے درجہ میں ہے۔گھروں کے بیت الخلاؤں میں کموڈ انگریزی اسٹائل کے ہیں۔مکہ اور مدینے کی بلڈنگوں میں انگلش اسٹائل کے کموڈ اور لیٹرین ہیں۔

لطیفہ: ہم انگریزی اسٹائل میں پیشاب اور پاخانہ کرتے ہیں۔

گھروں پر بے دریغ روپیہ صرف کر کے مصلیٰ (جائے نماز) نہیں بناتے۔استنجاء اور وضو کی جگہ نہیں ہوتی۔ کسی کو وضو کرنا ہے تو لیٹرین کے اندر واش بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر کرنا پڑتا ہے۔ پھر پوچھنا پڑتا ہے کہ قبلہ کس طرف ہے۔بعض گھروں میں تو نماز کے لئے زمین پر بچھانے کی جائے نماز بھی نہیں ہوتی۔نصاب تعلیم میں اسلامیات برائے نام ہے۔کبھی اختیاری مضمون بن جاتا ہے۔نصاب پڑھ کر طالب علم کو اپنا عقیدہ' اسلامی اخلاق' معاملات اور عبادات کے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ کسی سٹوڈنٹ کو اگر کچھ دینی معلومات حاصل ہیں تو یہ مُلا اور مسجد کی برکت ہے۔ایک بچہ کو عصری تعلیم دلوانے کے لئے جان' مال' اور وقت جیسی قیمتی چیزیں خوب صرف کی جاتی ہیں۔لیکن اس کو دیندار بنانے کے لئے کچھ اہتمام نہیں کیا جاتا۔

علماء کرام دنیاوی ترقی کے مخالف نہیں لیکن جب دینی ترقی کی بات کرتے ہیں تو لوگ ان کی دینی باتوں کو دنیاوی ترقی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دنیا چاند تک پہنچ گئی اور یہ ہمیں قبر اور حشر کی یاد دلاتے ہیں۔اور تبلیغی جماعت والے تو ہمیں چودہ سال پیچھے کی طرف دھکیل رہے ہیں۔علماء کرام تو انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ یہ تو انبیاء کرام کی طرح لوگوں کے عقائد' اخلاق' عبادات اور معاملات کی فکر کرتے ہیں۔ دنیا کو صحیح چین وسکون کی طرف بلاتے ہیں۔ دنیا کو امن کا گہوارہ بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقی عزت اور فلاح دین میں ہے۔ یہ مذکورہ باتیں لوگوں کے عملی سیکولرازم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔حضورؐ جب دنیا میں تشریف لائے تو کیا اس وقت مکہ اور مدینہ میں دنیاوی مسائل نہیں تھے؟ اس وقت بھی روڈ' پل اور دیگر تعمیرات کی ضرورت تھی۔ڈاکٹروں انجینئروں اور سائنسدانوں کی ضرورت تھی۔لیکن آپ نے ان دنیاوی مسائل کو نہیں چھیڑا اور نہ ان کی مخالفت کی' حالانکہ اس وقت بھی ایک مضبوط اور مستحکم معیشت اور سیاست کی ضرورت تھی' ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ نبیؐ کی عقل وتجربہ عیاذاً باللہ اس قابل نہ تھا کہ حرمین کو ترقی یافتہ ممالک کا امام نہیں بنا سکتا تھا۔ آدم تا ایں دم تمام عقلاء کی عقل کو یکجا کر دیا جائے تو ایک نبیؐ کی عقل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔اگر حضورؐ اس وقت طب کی طرف متوجہ ہوتے تو آج نہ کسی میڈیکل کالج کی ضرورت ہوتی نہ کسی ڈاکٹر کی۔ پھر ان شعبوں سے وابستہ حضرات رزق حلال کہاں سے کھاتے۔

اگر سائنس کی طرف متوجہ ہوتے تو آج کسی سائنسدان کی ضرورت نہ ہوتی' نہ امریکہ دندناتا اور نہ مسلمان ان کی قوت سے گھبراتے۔ اسی طرح دیگر دنیاوی عصری علوم ہیں۔ ان دنیاوی علوم کی بنیاد اور ماخذ تو عقل' تجربہ' مشاہدہ اور ضرورت ہے۔ لوگ ان مذکورہ باتوں کی وجہ سے خود دنیاوی میدان میں آگے بڑھیں گے لیکن شریعت کی رہنمائی ضروری ہے۔ تاکہ کوئی خلاف شرع بات نہ ہو' اس لئے کہ شریعت اسی معیشت کو تسلیم کرتا ہے جو معاد (آخرت) کے تابع ہو۔ شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں:

ومن سيرهم أن لا يشتغلوا بمالا يتعلق بتهذيب النفس وسياسة الامه كبيان اسباب حوادث الجو من المطر والكسوف والهالة وعجائب النبات والحيوان ومقادير سير الشمس والقمر واسباب الحوادث اليومية وقصص الانبياء والملوك والبلدان ونحوها اور انبیاء کرام کی سیرت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ ان امور کی جانب توجہ نہیں کیا کرتے جو تہذیب نفس سیاست امت سے متعلق نہ رکھتے ہوں۔ ان اسباب کو بیان نہیں کرتے جو عالم جو میں پیدا ہوتے ہیں (موسمیات) مثلاً بارش' کسوف اور ہالہ کی کیفیت عالم نبات (باٹنی) اور حیوانات کے عجائبات (زوالوجی) یا چاند و آفتاب کے انتشار کا اندازہ (فلکیات) اور روزمرہ حوادث (سائنس) کے اسباب انبیاء یا سلاطین یا شہروں کے حالات اور قصے (تاریخ (صفحہ ۸۶)

سوال: ان مذکورہ اشیاء کا کچھ نہ کچھ تذکرہ تو قرآن وحدیث میں ملتا ہے۔

جواب: شاہ صاحب جواب دیتے ہیں کہ البتہ کبھی کبھی خدا کے انعامات وانتقامات بیان کرنے کے لئے چند لفظوں میں امور بالا کا ذکر بھی بطور تبعیت آجایا کرتا ہے وہ بھی محض اجمالی صورت میں کسی استعارات اور مجازات کے پردہ میں آجایا کرتے ہیں۔ جس سے لوگ مانوس ہوں اور ان کی عقلیں اس کو قبول کرسکتی ہوں۔

سیکولرازم کی چالیں:

جولوگ اسلام پسند ہیں اسلام پر شدت سے کاربند ہیں' اسلامی قواعد وضوابط پر پوری قوت کے ساتھ عمل فرما ہیں' ان لوگوں کو بدنام کرنے کے لئے مختلف نعرے ایجاد کئے ہیں۔ مثلاً بنیاد پرست' شدت پسند' انتہا پسند' دہشت گرد وغیرہ اس کے ساتھ ساتھ خوش کن اور دل کش نعرے بھی ایجاد کئے ہیں۔ اسلام رواداری کا مذہب ہے' اسلام میں اعتدال ہے مذہبی رواداری اپناؤ دیگر مذاہب کا احترام ضروری ہے۔ اسلام میں جبر اور زبردستی نہیں۔ مذہب ذاتی معاملہ ہے' اپنا مسلک چھوڑو نہیں دوسرے کا مسلک چھیڑو نہیں۔ ان سب دل کش عنوانات کے پیچھے سیکولرازم کا باطل فلسفہ کارفرما ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سامنے ۶۰ اسلامی ممالک مقہور' مجبور' مرعوب اور معتوب بن گئے ہیں۔ امریکہ اور اس کے حواری جس طرح تمام مسلم ممالک کے وسائل پر قبضہ کررہا ہے۔ ان کی جنگی قوتوں کو کمزور اور ختم

کررہا ہے۔اس طرح ان کے اصلی عقائد اور اعمال کو بھی کمزور کر کے مٹا رہا ہے۔تمام دنیا کے سامنے اپنا دستور اور منشور پیش کررہا ہے۔اصلاح کے نام سے نصاب تعلیم کو بدل رہا ہے۔دینی مدارس کی بیخ کنی کے لئے ماڈل مدارس بنا رہا ہے اس مقصد کے لئے خطیر رقم خرچ کررہا ہے۔افسوس اس بات کا ہے کہ اس مذموم اور خطرناک مشن میں ہمارے اپنے لوگ ان کے مددگار اور آلہ کار ہیں۔اسکول کالج اور یونیورسٹی میں مخلوط تعلیم اور دیگر طریقوں سے طلباء کے اخلاق کو تباہ کررہے ہیں۔خدانخواستہ ان طلباء کے عقائد بگڑ جائیں اخلاق تباہ ہوجائیں تو معاشرہ میں کس قسم کے لوگ ہوں گے۔ پردے کا تصور ختم ہوگیا ہے۔حیا کی چادر تار تار ہوگئی ہے۔

اسلام مذہب اعتدال ہے:

اسلام کا ہر حکم معتدل ہے۔رواداری کا مرہم معتدل ہے۔جہاد کا نشتر اور آپریشن بھی صالح معاشرہ قائم کرنے کے لئے رحمت اور معتدل حکم ہے۔سیکولر لوگ اعتدال اس کو کہتے ہیں کہ اسلامی عقائد میں ہر کفری عقیدہ سما جائے۔اسلامی اعمال اور اخلاقیات میں ہر قسم کی بدعملی اور بداخلاقی کی گنجائش پیدا ہوجائے۔برائی سے روکنا تشدد اور انتہا پسندی ہے۔جہاد تشدد اور دہشت گردی ہے۔دعوت وتبلیغ دوسرے کے مسلک کو چھیڑنا ہے۔سیاست سے مذہب کو دور رکھنا صحیح جمہوریت ہے۔موجودہ جمہوریت نے تو ہماری سیاست کو سیکولر بنادیا ہے۔بلکہ موجودہ جمہوریت سیکولرازم کی بنیاد ہے۔اپنے بھی نعرہ لگارہے ہیں کہ مذہب کا سیاست کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ملا کا کام مسجد ومحراب کو سنبھالنا ہے۔حالانکہ شاہ ولی اللہ کی بات گزر چکی ہے کہ انبیاء کرام کا کام تہذیب نفس اور ملی سیاست ہے۔

اپنا مسلک چھوڑو نہیں:

یہ نعرہ بھی سیکولر لوگوں کی ایجاد ہے۔اس نعرہ سے ان کی غرض دعوت وتبلیغ کے مرہم اور جہاد کے نشتر اور آپریشن کے خلاف بھرپور مشن ہے۔اسلام مسلسل ساری دنیا کو پیغام امن دیتا ہے اس میں رکاوٹ ڈالنے والوں کی جہاد کے آپریشن کے ساتھ اصلاح کرتا ہے۔اسی لئے حضورؐ نے فرمایا الجہاد ماض الی یوم القیامۃ۔''قیامت تک جہاد جاری رہے گا'' عطا اللہ شاہ بخاریؒ کا فرمان ہے جو چھیڑے اس کو چھوڑو نہیں۔دوسروں کے مسلک کی اصلاح کی غرض سے چھیڑنا صحیح نہیں ہے۔محض چڑانے کی خاطر سے چھیڑنا صحیح نہیں۔یعنی باطل کو چھیڑنا بھی نہیں اور یونہی چھوڑنا بھی نہیں۔ باطل لوگوں کو چھیڑنے سے ان کی اصلاح نہیں ہوگی۔ان کی باگیں ڈھیلی کر کے ان کو چھوڑنا بھی صحیح نہیں۔سانپ کو چھیڑو گے تو کاٹے گا' یونہی چھوڑ دو گے تو ہر وقت کاٹنے کا خطرہ رہے گا۔سانپ کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔اسی طرح باطل کو ختم کرنا ضروری ہے۔لیکن باطل کو ختم کرنے کے ساتھ یہ لازم نہیں کہ اہل باطل کو بھی ختم کیا جائے۔اس لئے کہ ان کا باطل عقیدہ ختم ہوسکتا ہے۔مثلاً اسلام میں داخل ہوجائیں ان کا باطل عقیدہ ایک عارضی چیز ہے۔باطل عقیدہ چھوڑ دیں تو ہمارے دینی بھائی ہیں۔اسلام ان کی جان ومال کا محافظ ہے۔جزیہ قبول کرلیں تو پھر بھی اسلام ان کا محافظ ہے۔

باطل والے بالذات بُرے لوگ نہیں۔ نہ اسلام کے اصلی دشمن ہیں بلکہ عارضی دشمن ہیں۔ جبکہ سانپ بالذات بُری چیز ہے۔ سانپ کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ سانپ سے نجات سانپ کو ختم کرنے ہی میں ہے۔

دیندار لوگوں پر سیکولرازم کے اثرات:

سیکولرازم کی مسلسل تحریک اور زور وشور سے بعض دیندار حضرات بھی لاشعوری طور پر متاثر ہوچکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ علم اور دینداری کے ساتھ اسباب معیشت نہ ہوں تو آدمی کہاں سے کھائے گا۔ اپنی اولاد کو دینی تعلیم اس لئے نہیں دلواتے کہ فارغ ہونے کے بعد روزگار کے مواقع کم ہوں گے۔ زندگی اجیرن بن جائے گی۔ بعض کا خیال ہے کہ مدارس میں علم دین کے ساتھ معیشت کے کچھ پیشے بھی سکھاؤ تاکہ معیشت میں کسی پر بوجھ نہ بنے۔ اسباب معیشت منع نہیں بلکہ اسباب معیشت سے مطمئن ہونا قوی ایمان والے مؤمن کا شیوہ نہیں۔ اسباب میں تو مؤمن کا امتحان ہے۔ اصل مؤثر تو اللہ کی ذات ہے۔ اللہ تو خالق الاسباب ہے اسباب پر کبھی اثر مرتب ہوتا ہے کبھی نہیں۔ بنی اسرائیل کے ساتھ وادی تیہ میں اسباب معیشت نہ تھے۔ لیکن یہ زمانہ ان کے لئے مستحکم معیشت کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب معیشت کے بغیر اپنی قدرت سے ان کی معیشت مستحکم کردی۔ بعض دیندار اور پڑھے لکھے لوگ جب کسی مدرسہ کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کو بتایا جائے کہ اس مدرسہ میں معاشیات‘ سیاسیات‘ ریاضی انگریزی وغیرہ پڑھائی جاتی ہے۔ کمپیوٹر کی عملاً تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ تو یہ حضرات انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ اصل کام کررہے ہیں اور اگر ان کو بتلایا جائے کہ اس مدرسہ میں خالص قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے تو ناک بھوں چڑھا کر چیں بجبیں ہوجاتے ہیں۔ ان کے خیال میں عصری علوم وفنون کی اہمیت دینی علوم سے زیادہ ہوتی ہے‘ اس لئے کہ فارغ التحصیل فکر معاش سے بے غم ہوگا۔ اگر یہ حضرات یوں کہیں کہ اصل تو دینی علوم ہیں اور عصری علوم ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ تاکہ عصری تقاضوں او رمسائل کو جان کر ان کا شرعی حل امت کے سامنے پیش کیا جائے تو پھر اچھی سوچ ہوتی۔ لیکن یہ حضرات دینی علوم کو عصری علوم کے تابع جان کر عصری علوم کی بہت زیادہ تعریف شروع کردیتے ہیں اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ایک خوب صورت عالی شان محل ہو اور اس میں جابجا بیت الخلائیں بھی ہوں ایک آدمی اس عالیشان محل میں گھوم پھرنے کے بعد صرف محل کی بیت الخلاؤں کا تذکرہ کرتا رہے اور خوبصورت محل کی تعریف سے بالکل خاموش رہے اصل تو محل ہے لیٹرین تو اس کی ایک ضرورت ہے جس کے بغیر محل میں زندگی گزارنا مشکل ہوتی ہے۔ دینی علوم اصل ہیں اور عصری علوم سے واقفیت ہر دور کی ایک ضرورت ہے۔

سیکولرازم کا مقابلہ:

اسلام کے قواعد وضوابط کی پابندی انفرادی اور اجتماعی سطح پر لازمی ہونی چاہیے۔ محکمہ کے قواعد وضوابط کی پابندی لوگ کرتے ہیں۔ خلاف ورزی کو ہر آدمی پسند نہیں کرتا۔ فوج کے محکمہ کی لوگ کیوں تعریف کرتے ہیں صرف اس

لئے کہ وہاں قواعد وضوابط کی بہت زیادہ پابندی ہے۔ معمولی خلاف ورزی برداشت نہیں کی جاتی کوارٹر گارڈ کی سزا سے لے کر پھانسی تک سزا جرم کے مطابق تجویز کی جاتی ہے۔ صرف اسلام ایک ایسا محکمہ ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد انفرادی اور اجتماعی سطح پر خلاف ورزیاں عام ہوگئیں ہیں۔ مصلحین جب کوئی اصلاحی قدم اٹھاتے ہیں تو ان کو بنیاد پرست' انتہا پسند اور دہشت گرد کہہ کر خاموش کردیا جاتا ہے۔ ان کی اصلاحی تحریکوں کو کمزور کردیتے ہیں یا بالکل دبا دیتے ہیں۔ اسلام میں جبری بھرتی نہیں۔ جس طرح فوج میں جبری بھرتی نہیں لیکن جب فوجی بن جائے تو اب قواعد وضوابط کی پابندی کے لئے جبر (کوارٹر گارڈ) اور دیگر سزاؤں کی شکل میں موجود ہے جب خوشی سے ایک آدمی محکمہ اسلام میں بھرتی ہوگیا تو اب جبر بھی ہوگا اور سزائیں بھی ہوں گی۔

۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا محکمہ ضروری ہے۔ دعوت وتبلیغ کو خوب ترویج دی جائے۔ تبلیغی جماعت والوں کا ہاتھ بٹانا بہت ضروری ہے۔

۳۔ سرکاری محکموں میں اصلاحی پروگراموں کو رواج دیا جائے۔

۴۔ نصاب تعلیم میں عقائد' اخلاق' اور فقہ کے ابواب اسلامیات کی کتابوں میں لازمی قرار دیئے جائیں۔

۵۔ عصری تعلیم دینے والے طلباء کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ ان کے بہترین اخلاق بنانے کی ہر پیریڈ میں کوشش کریں۔

۶۔ اسلامی تہذیب اور طرز زندگی کو ہر سطح پر زندہ کیا جائے۔

۷۔ خلاف اسلام تحریکوں اور پروگراموں کو زبردستی دبایا جائے۔

۸۔ مخلوط تعلیم کو ختم کیا جائے۔

۹۔ بلاضرورت مخلوط پیشوں کو بھی ختم کیا جائے۔

۱۰۔ عالی دماغ اور ماہر پیشہ وروں کی خدمات کے لئے مسلم ممالک میں مواقع فراہم کئے جائیں۔ عالی دماغ لوگوں کو امریکہ اور یورپ نے مسلم ممالک سے اکٹھا کرلیا ہے۔ ان کی خدمات ان کے لئے وقف ہیں۔ اور وہ خوب مراعات بھی دیتے ہیں۔ مسلم ممالک کے ساتھ وسائل کی کمی نہیں۔ اتفاق اور ہمت وجرأت کی ضرورت ہے۔ اگر مسلم ممالک اچھے مراعات کے ساتھ اپنے عالی دماغ لوگوں کے لئے خدمات کے مواقع فراہم نہ کریں تو یورپ اور امریکہ ان لوگوں کو تعلیم' علاج' عیاشی روزگار اور دیگر مراعات کی چمک دکھاتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج اکثر مسلمان یورپ اور امریکہ میں زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان حضرات کی سوچ آہستہ آہستہ سیکولر بن جاتی ہے۔ یعنی ان کا معاد ان کے معاش کے تابع ہوجاتا ہے۔

جناب ابرار خٹک *

اقبال رشک بلال

سالار کارواں محمد مصطفیٰ ﷺ نے عرب کے صحراؤں میں علم وعمل کا جو عظیم بیج بویا تھا اس کی آغوش سے ایسے نیّر و تاباں کونپلوں نے جنم لیا جنہوں نے نہ صرف پورے کرہ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا بلکہ توحید، عظمت انسان اور امن وآشتی کا سلسلہ تا قیامت جاری کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے نشیب وفراز کے ہر دور میں اسلام کو ایسے فرزندوں سے نوازا جنہوں نے علم وعمل کی تلواروں سے ہمیشہ حالات کا مقابلہ کیا اور باطل نظریات و رسومات کو نیست و نابود کردیا۔ **1857**ء مسلمانوں کے اقتدار کا ایک ہزار سالہ سورج غروب ہو چکا تھا اور ہر طرف ظلم و بربریت کا راج تھا، اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے مسلمانان ہندوستان کو ایسے درِّ بے مثال سے نوازا جس نے اقتدار کے جادوگروں کو سکتے میں مبتلا کردیا اور ہندوستان میں اسلامی نظریہ حیات کی احیاء کا عظیم بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے ہر وہ نظریہ کچل ڈالا جو اسلام سے متصادم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اقبال کی شخصیت میں دین کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ کی محبت ان کی رگ رگ میں سرایت کرچکی تھی۔ انہوں نے اسلام کے اس عظیم فلسفے کو شاعری کے ذریعے دنیا کے سامنے اس انداز سے پیش کیا کہ ہر کوئی اس کا گرویدہ واسیر ہوا۔ آپ حضور ﷺ کے مثالی عاشق تھے، اس لئے جس نے بھی آپ ﷺ سے محبت کی اقبال نے اس کے افکار وخیالات سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں انہیں اپنے شاعرانہ افکار میں ڈال کر دنیا کے لئے بطورِ نمونہ بھی پیش کیا۔ اقبال کی شاعری کی بنیاد قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ پر قائم ہے۔ جس نے اس کی شاعری کو مقصدیت کے جوہر سے آراستہ کردیا ہے۔ ''بلال'' ایک ایسی نظم ہے جس کا انداز منفرد، رنگ نرالا اور ہر پہلو یکتا ہے۔ یہ نظم عشق رسول ﷺ کا ایک مکمل باب ہے۔ جس میں اقبال نے حضرت بلالؓ کی محبت کو حقیقی معنوں میں دنیا کے سامنے بالعموم اور امت مسلمہ کے سامنے بالخصوص پیش کیا ہے۔ ہر شعر حضرت بلالؓ کی والہانہ ان مٹ اور بے مثل محبت کا عکاس ہے۔ نظم کا پورا فلسفہ ہمہ گیر اور منفرد نوعیت کا اثاثہ رکھتا ہے۔ اس نظم میں حضرت بلالؓ کی محبت اور عشق کا بانکپن ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بن جاتا ہے۔ جو ایک مسلمان کے دل کے تنگ وتاریک خانوں کو کشادہ و روشن کر دیتا ہے۔ اس نظم میں انہوں نے نہ صرف حضرت بلالؓ کی محبت کو رقم کیا ہے۔ بلکہ پوری امت اسلامیہ کیلئے قابل

* لیکچرار، اقراء کیڈٹ سکول وکالج، جہانگیرہ نوشہرہ

تقلید نمونہ پیش کر کے احیاء وتجدید کا مادہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت بلالؓ کا عشق اکیسویں صدی کے اخلاق باختہ اور ننگ انسانیت عشق ومحبت سے یکسر منفرد اور یکتا ہے۔ جس میں بلاشبہ موجودہ وآئندہ نسلیں اپنا عکس دیکھ سکتی ہیں۔ ہر شعر میں عجیب وغریب منظر کشی کر کے پوری تاریخ کو منعکس کر دیا ہے۔ گویا اس نظم کے ذریعے پوری امت مسلمہ کے دل میں عشق ومحبت کی حقیقت راسخ کر دی ہے اور تا قیامت آنے والی نسلیں اس کی اسیر ہوتی رہیں گی۔ اس نظم میں عشق ومحبت کی ایک ایسی بنیاد واضح کی گئی ہے جس کی تقلید کر کے فلاح دارین اور عظمت کی بلندیوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ تعجب، رشک اور حیرانگی کا عجیب سماں ہے جو نظم کے آغاز ہی میں انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا　　حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے تیرے غمکدے کی آبادی　　تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

تپتے ہوئے صحراؤں پر لیٹے، جسم جلتا، سلگتا رہا مگر احد احد کی پکار نے آپ کے سینے کو ٹھنڈک کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔ حضور کی محبت کا آب حیات آپ کے جسم کو سکون واطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال کئے ہوئے تھا۔

وہ آستان نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے　　کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں　　ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

آپ کی محبت دُنیاوی رسوم وقیود سے بالکل آزاد تھی۔ جس میں بناوٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔ جس کی بنیاد جسم کی بجائے روح پر تھی۔ محبت کے بدلے غلامی، آرام کے بدلے تپتی ریت پر لیٹنا منظور کیا مگر محبت کی ایک ایسی روایت قائم کی کہ اس امت میں جو بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلے گا، امر ہو جائے گا۔

نظر تھی صورت سلماں ادا شناس تری　　شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا　　اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا　　ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

عصر حاضر جہاں سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی اور مادہ پرستی کے زہر نے انسانیت کے سینے سے محبت کی چنگاری اُڑا لی ہے۔ حضرت بلالؓ کی محبت ایک ایسا روشن مینار ہے جس کے لئے انسانیت ہمیشہ ترستی رہے گی۔

تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید　　خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسا ید
گری وہ برق تیری جان ناشکیبا پر　　کہ خندہ زن تیری ظلمت تھی دست موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند　　چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند

کرہ ارض پر محبت کی ایسی ناقابل فراموش اور قابل رشک تصویر آج تک شاید ہی کسی نے دیکھی ہو۔ مادہ کی

محبت جس نے انسان کو مشین جیسی خصوصیات سے مالا مال کر کے روحانیت کے جوہر سے محروم کر دیا اور اکیسویں صدی کی خون آشام راتوں اور غفلت برساتی صبحوں نے اسمیں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ امت مسلمہ کے لئے یہی ایک جھلک ہے جس کی ضیا سے نہ صرف وہ اپنی راتوں کو روحانیت سے روشن کر سکتے ہیں بلکہ اپنی صبحوں کو بھی حقیقی تازگی اور ٹھنڈک سے فیضیاب کر سکتے ہیں۔ حضرت بلال کی محبت انتہا کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

اقبال کے لفظ لفظ میں رشک کا جذبہ نظر آ رہا ہے، جو نہ صرف بلال کی عظمت اور محبت کی عکاسی کرتا ہے، بلکہ دوسری طرف محمد ﷺ سے والہانہ محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اقبال کی ایک دوسری نظم بلال میں بھی یہی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ بات واضح کر دی ہے کہ مشرق اور مغرب کی انسانی تاریخ میں ہر کوئی فنا ہوا مگر بلال کی عظمت اور شہرت قائم و دائم ہے۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے رومی ہوا فنا حبشی کو دوام ہے

حضرت محمد ﷺ کے عشق ہی کا اثر تھا کہ اقبال نہ صرف بلال کا گرویدہ ہوا بلکہ ان کی عظمت کو ان نظموں کے ذریعے مزید چار چاند لگا دیئے۔ حضرت بلالؓ ہمیشہ کے لئے اس صفحہ دہر پر مسلمانوں کے لئے مرکز نگاہ رہیں گے۔ کیونکہ وہ عاشق رسول ہیں اور حضور ﷺ وہ محبوب تھے جنہوں نے ہمیشہ اپنے عاشق کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ جو بھی حضور ﷺ کا عاشق بن کر اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرے گا اس کا جسم حضور ﷺ کی محبت کی حقیقی لذتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فیضیاب ہوتا رہے گا۔ یہی جھلک ہمیں اقبال کی عملی زندگی و شاعری دونوں میں نظر آتی ہے۔ عشق رسول کی وہ چنگاری جس نے بلال کو سکون قلب و تسکین روح کی لازوال دولت سے مالا مال کر دیا تھا اس نے اقبال کو اپنی آغوش میں لیا تھا۔ جس کی حیرت انگیز جھلک ہمیں اقبال کے اس قطع میں بھی نظر آتی ہے۔ کون سنگدل ہوگا جو یہ قطعہ پڑھے گا اور اس کی آنکھوں سے رشک و حسرت کے آنسو نہیں ٹپکیں گے۔

توغنی از ہر دو عالم من فقیر روز محشر عذرہائے من پذیر
گرحسابم را تو بینی ناگزیر از نگاہ مصطفیٰ ؐ پنہاں بگیر

(اے خدا تو دونوں جہانوں کا غنی اور میں فقیر ہوں۔ روز قیامت میرا ایک عذر ہوگا۔ اگر تو مجھ سے لازماً ہی حساب کتاب کرنا چاہتا ہے تو مرے اعمال نامے کو محمد مصطفیٰ ؐ کی آنکھوں سے اوجھل رکھ۔)

جناب اوریا مقبول جان

برطانیہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت

......یہ تو وہ لوگ تھے جن کے مفادات تاج برطانیہ سے وابستہ تھے جن کے آباؤ اجداد نے سر نائٹ اور لارڈ کے خطابات سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کیا، انگلستان میں بڑی بڑی جاگیروں جائیدادوں اور محلات کے مالک اور دریائے ٹیمز کے کنارے بگ بین کے سائے میں واقع پارلیمنٹ کی عمارت کے ہاؤس آف لارڈز میں بیٹھنے والے، برطانیہ کے چرچ سے وابستہ اور دنیا بھر کی مشنریوں کے سرپرست، لیکن ان کی اولادوں کو یہ کیا ہوگیا! اس خاتون کا پردادا ہربرٹ ایسکوتھ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۶ء تک اُس زمانے کے برطانیہ کا وزیر اعظم رہا ہے جب اِس سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا، جنگ عظیم اول میں برطانوی قوم کو فتح کی منزل کی طرف لے جانے والا، مسلمانوں کی عظیم سلطنتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کرنے کے لئے لارنس آف عربیہ سے سازشوں کا جال پھیلانے والا اور برطانیہ کی بحری افواج کا نقشہ بدلنے والا۔ مگر یہ کیا ہوتا ہے؟ اس کی پوتی ایما کلارک گذشتہ دنوں برطانوی پریس کے سامنے آئی اور اعلان کیا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی کہا کہ میں نے اسلام مغرب کی منافقانہ اقدار سے نفرت اور اس کے اردگرد بکھری غلاظت سے دور ہونے کے لئے قبول کیا۔ پورے پریس میں سنسنی دوڑ گئی، جب اس خاتون نے کہا میں وہ واحد خاتون نہیں ہوں، بلکہ برطانیہ کے ہزاروں بڑے بڑے خاندانوں کے افراد جن کی بنیاد پر برطانیہ کی اشرافیہ قائم ہے، اسلام قبول کر چکے ہیں، اور یہ کوئی بدلنے والا فیشن نہیں دلوں میں اترنے والی حقیقت ہے۔ اس اعلان کے بعد بی بی سی کا سابق ڈائریکٹر اپنی ایک تحقیق لے کر میدان میں آگیا، اس نے کہا میرا نام یحییٰ ہے اور اس نے ایسے تمام بڑے بڑے سر نائٹ اور لارڈ حضرات کے ناموں کی ایک فہرست لوگوں کے سامنے پیش کردی جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس نے کہا کہ میری معلومات کے مطابق اس وقت تک ۱۴۲۰۰ اعلیٰ مناصب کے حامل افراد حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، یہ سب کے سب نسلاً، شکلاً اور عزت و مرتبہ کے حساب سے انگریز ہیں، نہ کبھی محکوم رہے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی معاشی یا نفسیاتی یا غلامی مجبوری انہیں اس طرف مائل کرنے کا راستہ بنی ہے۔ بلکہ سب کے سب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سکون قلب کا بہترین راستہ اسلام میں تلاش کیا ہے۔ یحییٰ برٹ نے کہا کہ ان سب کا کہنا ہے کہ یہ صرف اسلام کے مناسب، جامع روحانیت سے پُر پیغام کا اعجاز ہے کہ ہم اس روشنی سے آشنا ہوئے۔......ادھر ایسکوتھ کی پوتی نے ہائی گروو کے علاقے میں ایک اسلامی باغ بنایا ہے جس میں مسجد اور اسلامی تعلیمات کا انتظام موجود ہے اور پردہ کے ساتھ سیر بھی۔ اور اب وہ سرے کے علاقے دوکنگ میں ایک کار پارک کو خرید کر اسے بھی ویسے ہی پارک میں منتقل کر رہی ہے۔ چالیس سال کا یہ انگریز ایرل آف بار بروگ جو برطانیہ میں اٹھائیس ہزار ایکڑ ارضی کا مالک ہے جو شاید ہی چند لوگوں کے پاس ہوتی ہے،

مسلمان ہوا تو اپنا نام عبدالمتین رکھا، پریس کے لوگ حیرانی سے پوچھنے لگے تو کہنے لگا تم اسلام کو پڑھ کر تو دیکھو۔ کرسٹینا بیکر جس کا نام کبھی عمران خان کے ساتھ لیا جاتا تھا، کہنے لگی کہ اس نے اسلام کا ذکر تو عمران خان سے سنا، لیکن اسے پڑھنے کے بعد حیرت میں ڈوبتی چلی گئی، کتنی دیر تک اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہ کرسکی کہ میرے اردگرد متعصب ذہن انگریز تھے جو کسی سفید چمڑی والے اور خصوصاً اعلیٰ نسل کے انگریز کا مسلمان ہونا برداشت نہ کرسکتے تھے۔.....

برطانیہ کے ایک بہت ہی سینئر بیوروکریٹ فرینک ڈربسن کا بیٹا احمد ڈربسن جس نے اسلام قبول کیا آج اسلام کا ایک بہت شعلہ بیان وکیل بن چکا ہے، اور اس نے برطانیہ کی مسلم کونسل میں ایک کمیٹی بنائی ہے جسے Regenratian Committee کہتے ہیں جس کا کام اعلیٰ نسل کے گوروں اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرنا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ سب اعلیٰ نسل انگریز ایک وزارت خارجہ کے سابق سفیر اور برطانیہ کے خارجہ امور کے ماہر کی کتاب اسلام اور انسان کی منزل Islam and the Destiny of man پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں، یہ شخص چارلس ایسٹن کہتا ہے کہ مجھے ہزاروں خط ایسے ملتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائیت اور مغرب کے غلیظ اور بھیانک روپ کے ساتھ منافقانہ رویے سے بیزار ہیں، ہمیں کوئی ایسا مذہب بتاؤ جو ان سب روایات واقدار کو یکسر رد کرتا ہو، اور پھر وہ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں اور انہیں کوئی مسلمان ہونے سے نہیں روک سکتا۔

ادھر اسکوتھ کی پڑپوتی ایما کلارک نے کہا ہے کہ برطانیہ کو صرف ایک میلکم ایکس جیسے روحانی رہنما کی ضرورت ہے، اور پھر دیکھئے جیسے اس نے امریکہ کے کالوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا کس طرح برطانیہ کے گورے جوق در جوق مسلمان ہوں گے۔ یوں لگے گا جیسے ایک ہجوم جلوس کی صورت میں روانہ ہوا ہے۔ ان اعلیٰ نسل کے گوروں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہی ملکۂ برطانیہ نے گذشتہ ہفتے سے بکنگھم پیلس میں جمعہ کی نماز کے لئے وقفے کا اعلان کردیا ہے، تاکہ مسلمان نماز ادا کرسکیں۔

یہ وہ قوم ہے جن کے راہ پر چلنے پر میرے ملک کے نواب، دانشور، ادیب اور حکمراں فخر کیا کرتے تھے۔ اور آج بھی کرتے ہیں۔ عام آدمی اس سرزمین کے خواب دیکھتا تھا، بڑے بڑوں کا قبلہ اس طرف مڑتا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ جب انہی مغرب کے رہنے والوں نے اپنے اردگرد دیکھا تو انہیں اس قبلۂ حقیقی کی طرف منہ موڑنے میں صرف چند لمحے لگے جو دنیا کے بتکدوں میں خدا کا پہلا گھر تھا۔ وہ قوم تو آج بھی فخر سے کہہ سکتی ہے کہ ہمارے لوگوں نے حق کا راستہ اختیار کیا تو ہم نے قبول کرلیا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں میری شرمندگی، میری ذلت، میری ندامت ختم ہونے کو نہیں آتی ۱۴۲۰۰ اعلیٰ نسل کے گورے مسلمان ہوتے ہیں تو بکھنگم پیلس میں جمعہ کے اوقات میں چھٹی ہو جاتی ہے اور جہاں ایوان صدر اور وزرائے اعظم اور اسمبلیاں مسلمانوں سے بھری پڑی ہیں وہاں جمعہ کی چھٹی پر یہ کہہ کر طنز کیا جاتا ہے کہ ہم پسماندہ کہلائیں گے، ہمارے اَن داتا ہم سے روٹھ جائیں گے۔ ہم کاروبار میں گھاٹے کا سودا نہیں کرسکتے۔ یہ تو میرے رب کا فضل ہے وہ جسے چاہے دنیا کی حرص وہوس کا سودا دے دے اور جسے چاہے آخرت کے نفع کی پوٹلی پکڑوادے۔

وفیات: جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

صوبہ سرحد کی نامور علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا پیر عبدالحبیب صاحبؒ کی وفات: گزشتہ دنوں پاکستان اور خصوصاً صوبہ سرحد کی نامور علمی وروحانی شخصیت مولانا عبدالحبیب صاحبؒ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مردان کے علاقہ کی ایک بڑی علمی ودینی شخصیت تھے۔ آپ کا خاندان بھی نہایت ہی ممتاز علمی حیثیت کا حامل ہے۔ مرحوم نے دارالعلوم دیوبند میں سات سال گزارے اور فراغت خیر المدارس ملتان سے کی۔ اور دورۂ تفسیر حضرت مولانا لاہوری صاحبؒ سے کیا اس کے علاوہ آپ نے طبیہ کالج لاہور سے طب کی اعلیٰ ڈگری بھی حاصل کی‘ آپ بیک وقت عالم دین اور ایک حکیم حاذق تھے۔ آپ نے علاقہ میں کئی فلاحی کام بھی کئے۔ آپ سیاست میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے دیرینہ ساتھی تھے اور آخر تک آپ نے اپنی بھرپور وفاداری کا ثبوت فراہم کیا۔ آپ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ حضرت مولانا مرحوم کئی خوبیوں اور صفات کے حامل تھے۔ عوام اور خواص دونوں ہی طبقے آپ سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ اپنے پیچھے نیک صالح اور قابل اولاد کو صدقہ جاریہ کے طور پر چھوڑ گئے ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے پیرزادہ عبدالرشید ایڈوکیٹ کی فلاحی وسیاسی خدمات پورے صوبے میں نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے قابل اور ہونہار فرزند مولانا پیر عبدالقہار کی دستار بندی بھی نماز جنازہ کے موقع پر ہوئی۔ اور آپ کو حضرت پیر صاحبؒ کا علمی جانشین مقرر کیا گیا۔ آپ کا نماز جنازہ شرکاء کے لحاظ سے ایک تاریخی جنازہ تھا۔ جس میں ہزاروں افراد اور سینکڑوں علماء کرام ومشائخ نے شرکت کی۔ جنازہ پیر صاحبؒ کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے پڑھایا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور دیگر اکابرین نے اس موقع پر مولانا پیر عبدالحبیب مرحوم کے علمی جانشین مولانا پیر عبدالقہار کی دستار بندی کی۔ اور اللہ سے دعا کی کہ آپ کو ان کا صحیح جانشین بنادے۔ ادارہ آپ کے پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے ان کے رفع درجات کے لئے اپیل کرتا ہے۔

دارالعلوم کے انتہائی مخلص معاون جناب الحاج اقبال حسین خٹک کی وفات حسرت آیات: گزشتہ ماہ دارالعلوم کے انتہائی مخلص معاون‘ مددگار‘ بہی خواہ اور ہمدرد جناب الحاج اقبال حسین خٹک طویل علالت کے بعد راولپنڈی کے ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم متعدد قابل رشک صفات کے حامل شخص تھے۔ اور صحیح معنوں میں اپنے والد الحاج مستقر خان صاحب کے جانشین تھے۔ آپکے والد مرحوم بھی دارالعلوم اور حضرت مولانا

عبدالحق صاحبؒ کے فدائی تھے۔آپ بھی عمر بھر اسی محبت کا دَم بھرتے رہے۔دنیاوی مال و دولت کے باوجود آپ میں تواضع بے مثال تھی' بے پناہ کاروباری مصروفیت کے باوجود دارالعلوم کے لئے وقف تھے اور اور خود چندے کیلئے دارالعلوم کے سفیر کے ساتھ پھرا کرتے تھے۔مرحوم تبلیغی جماعت سے بھی گہری وابستگی رکھتے تھے۔آپ کی عمر ابھی چالیس بیالیس ہی تھی کہ کینسر جیسے موذی مرض نے آپ پر حملہ کیا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور ایک طویل عرصہ اس بیماری کے ساتھ جدوجہد کرتے رہے۔اسکے باوجود آپ اللہ کے راستے میں گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھرتے بھی رہے۔ اور دارالعلوم کی معاونت اور سرپرستی تادمِ واپسیں کرتے رہے۔ادارہ آپ کی خدمات کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں دارالعلوم کے مہتممین حضرات اور تمام اساتذہ اور صوبے بھر کے علماء نے شرکت کی۔دارالعلوم میں آپ کیلئے ختم قرآن اور فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا۔قارئین اور فضلائے حقانیہ سے ان کے رفع درجات کیلئے خصوصی درخواست ہے۔ادارہ آپ کے پسماندگان خصوصاً آپکے برادران اور صاحبزادوں سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

حضرت مولانا سید رحیم اللہ باچا صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال: نامور روحانی بزرگ وعلمی شخصیت حضرت مولانا رحیم اللہ باچا صاحب حقانی مدظلہ العالی' مہتمم مدرسہ عربیہ اضاخیل ضلع نوشہرہ کی اہلیہ کا انتقال مختصر علالت کے بعد گزشتہ ماہ ہوا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔حضرت باچا صاحب مدظلہ اوران کے خاندان اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اور دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ جو عقیدت اور تعلق خاطر ہے وہ مثالی اور انتہائی قابل رشک ہے۔مرحومہ کا نکاح بھی حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے پڑھایا تھا۔مرحومہ انتہائی عابدہ' زاہدہ اور قناعت پسند سادہ خاتون تھیں اور اپنے روحانی بزرگ شوہر کا عکس تھیں۔مرحومہ نے ساری زندگی علماء اور طلباء کی خدمت میں صرف کی۔اور علاقے کی خواتین میں درس قرآن کے ذریعے روشنی پھیلائی۔آپ کچھ عرصے سے علیل تھیں اگرچہ آخر میں آپ کی طبیعت سنبھل گئی تھی اور اپنی دعاؤں سے اپنے دوفرزندوں اور قریبی عزیز کو حج کی سعادت کیلئے بھیجا۔اور خود بھی بالکل ایام حج کے دنوں میں اللہ کے حضور پہنچ گئیں۔نماز جنازہ میں دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ ومشائخ اور اکابرین نے شرکت کی۔ادارہ حضرت باچا صاحب مدظلہ' حضرت مولانا نثاراللہ صاحب مدظلہ اوران کے صاحبزادگان جناب احسان اللہ باچا' جناب مولانا منیب اللہ باچا' جناب عرفان اللہ باچا اور مولانا انواراللہ کیساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔

جامعہ عربیہ معراج العلوم کے نائب مہتمم مولانا شفیق الرحمان کی شہادت: گزشتہ دنوں بنوں کی نامور قدیم درسگاہ جامعہ عربیہ معراج العلوم کے نائب مہتمم مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کو نامعلوم قاتلوں نے بیدردی کے ساتھ شہید کردیا۔مرحوم انتہائی شریف النفس اور عابد وصالح نوجوان تھے۔آپ کا قتل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے جو کچھ عرصہ سے ملک میں علماء کے قتل عام کا جاری ہے۔ادارہ آپ کے قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کرتا ہے اور مرحوم کے پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

مدیر کے قلم سے

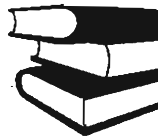

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: اسلامی آداب زندگی مصنف: محمد منصور الزمان صدیقی

ضخامت: ۹۳۸صفحات قیمت: درج نہیں

ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرۃؓ خالق آباد نوشہرہ

زیر تبصرہ کتاب''اسلامی آداب زندگی'' دراصل صدیقی ٹرسٹ کراچی کے بانی اور چیئرمین جناب محمد منصور الزمان صاحب صدیقی کے مضامین اور تحریر کردہ مطبوعہ رسائل ہیں۔ یہ کتاب ۱۳ ضخیم ابواب پر مشتمل ہے۔اور ہر ایک باب میں درجنوں ذیلی عنوانات ہیں۔جس کے تحت مختلف مسائل اور مباحث ہیں جو کہ انتہائی عام فہم سہل اور آسان ہیں۔جس کے مطالعہ میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔اس کتاب میں مؤلف کے ۵۵ رسائل یکجا کر دیئے گئے ہیں جن میں تمام دین کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔مؤلف کی یہ کاوش انتہائی قابل ستائش ہے۔ابتداء میں جامعہ ابوہریرہؓ کے بانی و مہتمم ماہنامہ القاسم نوشہرہ کے مدیر اور درجنوں کتابوں کے مصنف ومؤلف اور مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی کا وقیع علمی و ادبی مقدمہ ہے۔جس میں کتاب کے تمام مزایا وزوایا اور محتویات کا احاطہ کیا گیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

''اسلامی آداب زندگی'' آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں ہمیں ایک عالم باعمل کے اوصاف دکھائی دیں گے تو کہیں دیانتدار تاجر کے خصائل نظر آئیں گے۔اس طرح کہیں اپنے بچوں کو بہتر تربیت سے آراستہ کرنے والا باپ ملے گا تو کہیں گریہ وزاری کرتا ہوا عابد مصلے پر کھڑا نظر آئے گا۔اس مجموعے کو محض تجویز تحریک تحریر اور کمپوزنگ و اشاعت کے مرحلوں میں سے گزر کر محض ایک کتاب کو منظر عام پر لانا کتابوں کی دنیا میں ایک کتاب کا اضافہ نہیں بلکہ اس سے مقصود دل کی دنیا کو آباد کرنا اور قلب کی ویرانی کو دور کر کے ذوق وشوق اور معرفت ومحبت کے چراغ کو دل میں جلانا ہے۔۔۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی خواہش تھی کہ الامام حضرت لاہوریؒ کی طرح ہفت روزہ خدام الدین کے مضامین وبیانات کے طرز پر آسان ترین اور عام فہم زبان میں دینی مسائل واحکام گھر گھر پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ محمد منصور الزمان صدیقی صاحب کے مرتب کردہ رسائل تعلیم وتفہیم زبان اور طرز تحریر کے لحاظ سے واقعۃ حضرت مفتی اعظمؒ کی خواہش کی تکمیل اور نافعیت عامہ کے لحاظ سے تیر بہدف نسخہ ہے۔

پھر محض احکام محض تنقید اور محض جرح واعراض سے کام نہیں لیا گیا بلکہ رواجات ورسومات بدعات خرافات اور باطل افکار واقدار کا بہت ہی حکیمانہ انداز میں تعاقب کیا گیا ہے۔پڑھنے والے کو نہ تو انقباض ہوتا ہے اور نہ الرجی

شیرینی گھول کر پلادیتے ہیں۔ پھر ترغیب وتشویق مناسب ترھیب اور شوق دلا کر فقہی مسائل سے آگاہ کرتے ہیں جس سے ذہنی تربیت فکری بالیدگی شعور کی پختگی اور طلب واستفسار کی انگیخت ہوتی ہے۔ عمل ہو یا نہ ہو طرزِ تحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر ایک علمی و دینی اور فقہی مسئلہ سیکھنے کا ثواب مل جاتا ہے۔

بعینہ زیرتبصرہ کتاب محولہ بالا صفات کی حامل ہے۔ اور ہر لحاظ سے جامع اور مکمل، جس موضوع پر بھی کوئی اس کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو جائے، انشاء اللہ تشنگی محسوس نہیں کرے گا۔ قرآنی تعلیمات احادیث اور سنت رسول عبادات معاملات ومعاشیات آداب واخلاقیات سلوک وتصوف واحسان دعوت وارشاد فرقِ باطلہ کا تعاقب خواتین کے فرائض و حقوق اور دائرہ کار اسراف وتبذیر رسم ورواج اور گناہ بےلذت اور عالم اسلام جیسے اہم موضوعات پر کتاب محیط ہے۔ یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت اور ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل ہے۔ معنوی لحاظ سے تو اس کی خوبی وحسن میں کوئی کمی نہیں جبکہ صوری اور ظاہری لحاظ سے بھی کتاب انتہائی دیدہ زیب ہے۔ جس میں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا حسن ذوق واضح طور پر جھلک رہا ہے۔

کتاب: نقش سرسید مرتب : ضیاء الدین لاہوری

ضخامت: ۲۶۴ صفحات قیمت: ۱۵۰/- روپے

ملنے کا پتہ: دارالکتاب۔ کتاب مارکیٹ اردو بازار لاہور

جناب ضیاء الدین لاہوری کا اسم گرامی علمی وادبی اور تحقیقی وتاریخی کام کرنے والے حلقوں کے لئے نیا نہیں۔ آپ کا اشہب قلم متنوع موضوعات پر تگ وتاز میں مصروف رہتا ہے۔ اور کئی علمی ادبی اور تحقیقی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ سرسید احمد خان جو کہ برصغیر میں بالعموم اور اہل پاکستان میں بالخصوص ایک بہت بڑے مصلح اور مسلمانانِ برصغیر کے بہی خواہ کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی سیرت پر آپ نے کافی کام کیا ہے۔ اور فکر ونظر کے نئے زاویوں اور مخفی دریچوں کی نشاندہی کی ہے گو کہ آپ کی تحقیق سے کوئی اختلاف کرے اور اسے یہ حق حاصل بھی ہے لیکن جس جستجو اور عرقریزی سے آپ نے اس موضوع پر کام کیا ہے وہ واقعی داد وتحسین کے لائق ہے۔...... ''نقش سرسید'' یہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے، نقش ثانی کے عنوان سے مرتب رقمطراز ہیں: نقش سرسید کی طبع اول ختم ہوئی اس دوران مزید نکات مطالعہ میں آئے جنہیں متعدد مضامین میں موزوں مقامات پر سمویا گیا۔ جس سے مضامین کو وسعت ملی اور تحقیقی نتائج کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ نئے نکات سامنے آئے، نئے مضامین بھی مرتب ہوئے جو حسبِ معمول علمی رسائل میں شائع ہونے کے بعد زیرِنظر تالیف میں شامل کئے گئے۔ .... کتاب خوبصورت اور دیدہ زیب ہے، تاریخ وتحقیق کے متلاشیوں کے لئے یہ کتاب انتہائی کارآمد ہے۔ حوالہ جات میں مرتب نے بہت ہی احتیاط سے کام لیا ہے۔

اہم یہ نہیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں

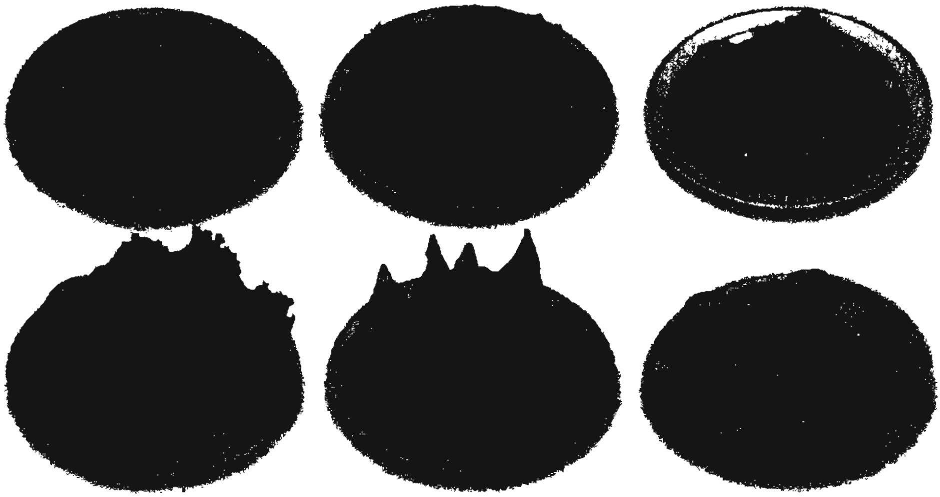

بلکہ اہم یہ ہے کہ

آپ کتنا ہضم کرتے ہیں

صحت مند رہنے کے لیے صرف یہی ضروری نہیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کا معدہ غذا کو صحیح طور پر ہضم کرکے جزوِ بدن بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔

دائمی قبض، سینے کی جلن، تیزابیت، گیس، پیٹ کا درد، قے یا متلی کی کیفیت اس بات کی علامتیں ہیں کہ آپ کا ہاضمہ دُرست نہیں۔

کھانے پینے میں احتیاط برتیے، مرغن اور مرچ مسالے دار کھانوں سے پرہیز کیجیے اور پابندی سے نئی کارمینا لیجیے۔

ہمدرد کی نئی کارمینا تیزابیت اور گیس کے مریضوں کے لیے بھی بے ضرر اور یکساں مفید ہے۔

خوش ذائقہ

نئی کارمینا

ہاضمہ دُرست، صحّت بحال

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد سے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے،
www.hamdard.com.pk

Adarts-2001

القاسم اکیڈمی کی عظیم تاریخی اور انقلابی پیشکش

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ

معرکہ صلیب وطالبان

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام

طالبانِ افغانستان کے تناظر میں

جہادِ افغانستان، تحریکِ طالبان، ملا محمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظامِ شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دار العلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امۃ پر جارحانہ یلغار، سقوط بغداد مسئلہ فلسطین و کشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم وحساس وقومی وبین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک مکالمہ

انٹرویوز

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مرتب

مولانا عبدالقیوم حقانی

قیمت 240

صفحات 520

معاون

مولانا عرفان الحق حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک